کتاب الطہارت

کتاب، باب اور فصل

ایک ہی جنس کے مخصوص مسائل پر دلالت کرتے الفاظ کے مجموعہ کو کتاب،
ابواب اس جنس کے مختلف انواع پر دلالت کرتے ہیں اور فصول اسکی اصناف پر۔
(بحوالہ جامع الرموز و شرح المصباح)

طہارت کا اعراب

اسکے 2 اعراب ہیں ① طَ کے فتحہ کے ساتھ ② طُ کے ضمہ کے ساتھ
لفظ طَہارت (بفتح الطا) پانی کے ذریعے پاکی حاصل کرنے کے فعل پر بولا جاتا ہے۔
یعنی استنجا اور وضو کے لئے
اور طُہارت (بضم الطا) جس شی سے نظافت حاصل کی جائے اسکے بچے ہوئے کو
کہتے ہیں جیسے وضو کا بچا ہوا پانی۔
نیز (کسرہ) کے ساتھ طِہارت کا اطلاق آلۂ نظافت پر ہوتا ہے۔

طہارت جسمانیہ کی اقسام

- حدث سے طہارت (طہارت حکمیہ)
  - وضو
  - غسل
  - تیمم
- خَبَث سے طہارت (طہارت حقیقیہ)
  - نجاست غلیظہ سے طہارت (نیز غلیظہ اس اعتبار سے ہے کہ اس میں قلیل مقدار کی معافی ہے نیز کے پاک کرنے کی کیفیت کے اعتبار سے کیونکہ پاک کرنے کا طریقہ غلیظہ اور خفیفہ دونوں میں مختلف ہے)
  - نجاست خفیفہ سے طہارت (خفیفہ اس اعتبار سے کہ اس میں کثیر مقدار کی معافی ہے)

○ طہارت کا نماز کی شرط ہونا نص سے ثابت ہے اور شرط طبعاً مشروط پر مقدم ہوتی ہے۔

باب ما جاء لا تقبل صلاۃ بغیر طهور

(طہارت کے بغیر نماز قبول نہیں ہوتی)

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: لا تقبل صلاۃ بغیر طهور ولا صدقة من غلول، بغیر طہارت کے نماز اور مال حرام سے صدقہ قبول نہیں ہوتا'
اس حدیث شریف میں لفظ (صلاۃ) نکرہ ہے جو سیاقِ نفی میں واقع ہوا ہے، اور نکرہ جب سیاقِ نفی میں واقع ہو تو عموم کا افادہ کرتا ہے، لہٰذا فرض و نفل سب نمازوں کو شامل ہوگا

• علامہ یحییٰ بن شرف نووی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: پانی یا مٹی سے طہارت حاصل کئے بغیر نماز پڑھنے کی حرمت پر امت کا اجماع ہے

غلول: جو بھی شخص کسی بھی چیز میں خفیہ طور پر خیانت کرے اسکے اس عمل کو غلول کہتے ہیں، لیکن اس حدیث پاک میں غلول سے مراد مطلقاً مالِ حرام ہے

⟵ سند میں مذکور لفظ (ح) کی تحقیق:-

① التحویل من اسناد الی اسناد (ایک سند سے دوسرے کی جانب تحویل سے ماخوذ ہے)

② اور ایک قول ہے کہ حائل سے ماخوذ ہے، کیونکہ یہ کلمہ (ح) دو سندوں کے درمیان حائل ہو جاتا ہے۔

③ علامہ جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں: جب حدیث کی دو یا اس سے زائد اسناد ہوں اور محدثین انہیں ایک متن میں جمع کریں تو ایک اسناد سے دوسرے کی جانب انتقال کے وقت 'حائے مفردہ مہملہ' لکھتے ہیں

⟵ نماز کے لئے طہارت کی فرضیت:-

• نماز کے لئے طہارت کے فرض و شرط ہونے پر تمام امت کا اجماع ہے۔

- علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں: اس بات پر امت کا اجماع ہے کہ نماز کی صحت کے لئے طہارت شرط ہے۔
- علامہ مقدسی حنبلی لکھتے ہیں: جس پر مشروط کی صحت موقوف ہو اسے شرط کہتے ہیں اور نماز کی ۹ شرائط ہیں — اسلام، عقل، تمیز اور طہارت عن الحدث وغیرہ
- خاتم المحققین سید محمد امین ابن عابدین شامی لکھتے ہیں:

اہل سیر کا اس بات پر اجماع ہے مکۃ المکرمہ میں نماز کے فرض ہونے کے ساتھ ہی حضرت جبریل علیہ السلام کی تعلیم سے وضو اور غسل بھی فرض ہو گئے تھے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی بھی بے وضو نماز نہیں پڑھی بلکہ یہ تو ہم سے پہلوں کی شریعت میں بھی تھا۔

اس پر دلیل سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث ہے،

(هذا وضوئی و وضوء الانبیاء من قبلی)

- نیز یہ بات اصول سے ثابت ہے کہ اللہ تعالی اور سرکار صلی اللہ علیہ وسلم بغیر انکار کے ہم سے پہلی شریعت کا حکم بیان کریں اور اسکا نسخ ظاھر نہ ہو تو وہی حکم ہماری شریعت کا بھی ہوتا ہے، پس نزول آیت کا فائدہ پہلے سے ثابت حکم کو باقی رکھنا ہے۔

⟵ نماز کے لئے طہارت کب فرض ہوئی —؟

اس میں اختلاف ہے: ابن الجہم کہتے ہیں ① ابتداء وضو سنت تھا اور اسکی فرضیت آیت تیمم میں نازل ہوئی

② بعض کہتے ہیں فرمان باری تعالی (لا تقربوا الصلاۃ) وانتم سکاری) اس میں طہارت شرط نہیں قرار دی گئی تھی اور آیت وضو اسکی ناسخ ہے (یعنی پہلے طہارت شرط نہیں تھی آیت وضو کے نزول سے فرض ہوئی)

③ جمہور کہتے ہیں کہ طہارت آیت وضو کے نزول سے قبل ہی فرض تھی۔

- فاقد الطہورین:-

علامہ علاؤ الدین حصکفی اور علامہ ابن عابدین شامی لکھتے ہیں: صاحبین علیہما کے نزدیک فاقد الطہورین پر واجب ہے کہ وقت نماز کا احترام کرتے ہوئے نمازیوں کی مشابہت اختیار کرے، اور ظاھر یہ ہے کہ نماز کی بھی نیت نہ کرے کیونکہ یہ حقیقی نماز نہیں بلکہ تشبہ ہے فقط،

- فاقد الطهورین اس شخص کو کہتے ہیں جسے وضو کے لئے نہ پانی میسر ہو اور نہ مٹی۔

- علامہ نووی شافعی فرماتے ہیں: جو شخص وضو کے لئے پانی پائے نہ تیمم کے لئے مٹی تو اس پر واجب ہے کہ بغیر طہارت ہی کے نماز پڑھے۔ اسکی نماز مقبول ہوگی اور اسے اس پر ثواب ملے گا لیکن اسباب طہارت میسر آنے پر اعادہ لازم ہے۔

- فاقد الطہورین نماز نفل وغیرہ نہ پڑھے کیونکہ بوجہ ضرورت اسکے لئے صرف فرض ہی کا بے طہارت پڑھنا جائز ہے۔
- فاقد الطہورین پر نہ ادا لازم ہے اور نہ قضا جیسا کہ امام مالک کا قول ہے۔

- علامہ احمد صاوی مالکی لکھتے ہیں: حدث سے طہارت حاصل کرنے پر قدرت ہونا صحت نماز کی شرط ہے جس طرح مانع کے قیام کی وجہ سے فاقد الطہورین پر نماز واجب نہیں ہوتی۔

- فقہائے کرام نے جو یہ فرمایا: طہارت کسی عذر سے ساقط نہیں ہوتی، اس کا مطلب یہ ہے کہ جب فی الجملہ طہارت ممکن ہو تو کسی عذر سے ساقط نہیں ہوتی

- جب طہارت کے اسباب اور محل معدوم ہو تو طہارت کی اہلیت ساقط ہو جاتی ہے

سوال ← بلا عذر بغیر طہارت کے نماز کا حکم ___؟

- اگر یہ عمل استخفاف دین کے طور پر نہ ہو تو کفر نہیں اور اگر استخفاف دین کی نیت سے ہو تو سب کے نزدیک کفر ہے۔

وجوب طہارت کا سبب: حدث کی موجودگی اور ارادہ نماز دونوں ہی وجوبِ طہارت کا سبب ہیں۔
راجح یہی ہے کہ حدث اور ارادہ نماز دونوں امور کا اجتماع موجب وضو،

⇐ مالِ حرام سے صدقہ کرنے اور اس پر ثواب چاہنے کا حکم :-

خلاصۃ الفتاوی اور جامع الفصولین میں ہے ۔ کسی شخص نے حرام مال سے صدقہ اور اس پر ثواب کی امید رکھی تو کافر ہو گیا ۔

اور فقیر اگر جانتا ہو کہ دینے والے نے حرام مال دیا ہے پھر اسے دعا دے اور دینے والا آمین کہے تو دونوں کافر ہو گئے ۔

- ملا علی قاری اور اعلی حضرت لکھتے ہیں : علماء فرماتے ہیں جو حرام مال سے تصدق کرکے اس پر ثواب کی امید رکھے کافر ہو جائے

⇐ حرام مال سے خلاصی کا طریقہ :-

علامہ عینی لکھتے ہیں ۔ اگر کسی کے پاس حرام مال موجود ہو تو اولا صاحب مال کو لوٹا دے اور صاحب مال مر گیا ہو تو اسکے ورثہ کو دے اور اگر اسکے ورثہ نہ ہوں تو مالک کی طرف سے تصدق کرے

- رشوت کا مال غصب شدہ مال کی طرح ہوتا ہے ۔
- سود یا اس جیسی اشیا میں فسادِ ملک اور خباثت کی بنا پر بوجہ قبضہ اس کا مالک بن گیا اب اسکی ملکیت باقی نہ رہی اس لئے کہ ایک شئ پر یک وقت دو ملک کا جمع ہونا محال ہے ۔
- کافر کی طرف سے تصدق کرنا حرام ہے اور اگر اسے اجر و ثواب سمجھے تو یہ کفر ہے ۔
- اعلی حضرت علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں : حرام مال کو صدقہ کرکے امید ثواب رکھنی بھی مطلقا کفر نہیں ، اگر وہ چیز عین حرام نہ ہو ۔
- ایسے شخص کو تصدق کرنے پر اللہ کی اطاعت اور اسکا حکم ماننے پر اجر دیا جائے

⇐ حدیث شریف میں نماز اور صدقہ کو جمع کرنے کی حکمت :-

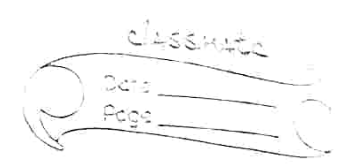
ایک وجہ یہ بھی ہے کہ دونوں کی قبولیت کے لئے طہارت ضروری ہے ۔ نماز کے لئے بدن اور صدقہ کے لئے مال کا پاک ہو ۔

6

• هذا الحدیث اصح شئ فی ھذا الباب واحسن کا معنی :-

← علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

یہ کلمہ جامع ترمذی اور تاریخ بخاری وغیرہ میں بھی مذکور ہے
امام نووی نے اذکار میں فرمایا ہے کہ اس سے حدیث کا صحیح ہونا
لازم نہیں آتا کیونکہ محدثین حدیث ضعیف سے متعلق بھی
'ھذا الحدیث اصح ماجاء فی الباب' فرماتے ہیں بلکہ اس سے ان
کی مراد 'ارجحہ' یا اقلّہ ضعفا ہوا کرتی ہے کہ یہ حدیث اس
باب میں مروی دیگر احادیث سے راجح ہے یا دیگر کی نسبت کم درجہ
ضعف رکھتی ہے۔



باب ما جاء في فضل الطهور

(طہارت کی فضیلت)

سوال ← وضو سے صرف صغیرہ گناہ معاف ہوتے ہیں یا کبیرہ بھی ؟

- جمہور محدثین کے نزدیک یہی رائے ہے کہ وضو اور دیگر عبادات سے گناہ جھڑنے والی احادیث سے گناہِ صغیرہ مراد ہیں، اور صغیرہ بھی وہ جن کا تعلق حقوق اللہ سے ہے،

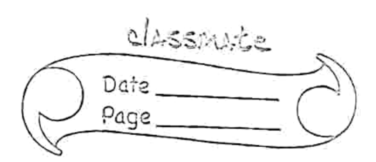
- جبکہ حقوق العباد اور کبیرہ گناہ، توبہ، حج، یا اللہ کی رحمت سے ہی معاف ہوتے ہیں

- علامہ شعرانی کی میزان الشریعہ میں مذکور امام اعظم اور سید علی الخواص کے کشف کو بھی اسی پر محمول کریں گے۔

- علامہ جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں : ابن عربی نے کہا ہے کہ جن گناہوں کی مغفرت کا حکم کیا گیا وہ صغیرہ گناہ ہیں نہ کہ کبیرہ، کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ کبیرہ گناہوں سے اجتناب کیا جائے تو پانچوں نمازیں اور جمعہ اگلے جمعہ تک کی ان خطاؤں کا کفارہ ہے جو انکے درمیان سرزد ہوں۔

- علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں : ظاہر حدیث تمام گناہوں کی مغفرت کو شامل ہے، لیکن یہ مغفرت صغیرہ گناہوں کے ساتھ خاص ہے، اور کبیرہ گناہ اور بندوں کی حق تلفیاں توبہ ہی سے معاف ہوتی ہیں۔

- علامہ بدرالدین عینی فرماتے ہیں : حدیث کے ظاہر سے صغیرہ اور کبیرہ دونوں کی بخشش معلوم ہوتی ہے اور اللہ کا فضل وسیع ہے، لیکن اس حدیث اور اس جیسی دوسری احادیث جیسے وضو، یوم عرفہ، اور یوم عاشورا کے روزوں وغیرہ سے گناہ معاف ہونے والی احادیث کے بارے میں احد علما میں سے مذہب مشہور یہ ہے کہ اس سے صرف صغیرہ گناہوں کی بخشش مراد ہے، جیساکہ وضو والی حدیث میں وارد ہوا " مالم یؤت کبیرہ "



'ما اجتنبت الکبائر' وارد ہوا کہ جب تک کبیرہ کا ارتکاب نہ کرے، جب تک کبائر سے بچتا رہے'

علامہ نووی نے لکھا ہے کہ ان احادیث کو صغیرہ گناہوں کے ساتھ خاص کر دینا محل نظر ہے، لیکن اس بات پر اجماع ہے کہ کبیرہ گناہ توبہ یا حد کے ذریعہ سے ہی ساقط ہوتے ہیں۔

- امام قرطبی وغیرہ مفسرین فرماتے ہیں: یہ بعید نہیں کہ حسب اخلاص بعض اشخاص کے صغیرہ اور کبیرہ بھی مٹا دئے جائیں اور یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے عطا فرمائے۔

← اعلیٰ حضرت کی رائے:-

امام اہلسنت فرماتے ہیں: بہت علما لکھتے ہیں یہاں گناہوں سے صغائر مراد ہیں۔ **اقول** تحقیق یہ ہے کہ کبائر بھی دھلتے ہیں اگرچہ زائل نہ ہوں

<u>فائدہ</u> خطاؤں، گناہوں کے مجسم ہونے کی تحقیق:-

علامہ جلال الدین سیوطی حدیث پاک کے جز "فغسل وجھہ خرجت کل خطیئۃ نظر الیھا بعینہ"

ابن عربی کہتے ہیں خرجت کل خطیئہ میں خروج سے مراد یہ ہے کہ اسکی خطائیں معاف کر دی جاتی ہیں کیونکہ گناہ اور خطائیں تو افعال اور اعراض ہیں جن کو وجود باقی نہیں رہتا تو انہیں دخول اور خروج کے ساتھ کیسے متصف کیا جا سکتا ہے؟

- جب اللہ تعالیٰ نے مغفرت کو ہر عضو میں طہارت کاملہ پر موقوف کیا تو اس کے لئے خروج کی مثال اس لئے بیان کی کہ طہارت کا حکم مستقر ہے جس کے لئے دخول ثابت ہے

• عبدالرحمن سیوطی کہتے ہیں کہ لفظ خروج کو حقیقت پر محمول کیا جائے کیونکہ گناہ ظاہر و باطن پر اثر کرتے ہیں اور طہارت اسے زائل کرتی ہے۔

← لھذا خرج من وجھہ اثر کل خطیئۃ' مقدر مانا جائے کہ اس وضو کرنے والے کے چہرے پر خطا کا اثر یعنی خطا سے پیدا ہونے والی سیاہی دور ہو جاتی ہے یا ہر خطا بذات خود بدن انسان سے متعلق ہوتی ہے

• معانی اعراض صرف اس عالم میں دکھائی نہیں دیتے جبکہ عالم ملکوت میں خاص صورتوں سے متشکل ہوتے ہیں نظر آتے اور گفتگو بھی کرتے ہیں،

← "ھذا حدیث حسن صحیح" کی وضاحت:-

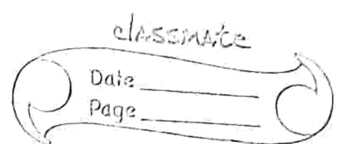
• امام ترمذی عادت ہے کہ آپ حدیث ذکر کرکے فرماتے ہیں 'ھذا حدیث حسن صحیح' ایک حدیث پر حسن اور صحیح دونوں کا اطلاق کرتے ہیں،

اس پر یہ اشکال وارد ہوتا ہے کہ حسن اور صحیح دو مستقل قسمیں ہیں اور قسمیں باہم متباین ہوتی ہیں لھذا ان دونوں کو ایک حدیث میں جمع کرنا جائز نہیں،

← بلفظ دیگر حسن وہ ہوتی ہے جو صحیح سے کم درجہ کی ہو لھذا ان دونوں کو جمع کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ایک ہی حدیث میں صحیح اور اس سے کم درجہ کو ثابت کیا جائے۔

• ماہرین علوم حدیث نے اس اشکال کے متعدد جواب دئے ہیں کہ:-

① حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ جب کسی ایسی حدیث کے بارے میں 'حدیث حسن صحیح' کہا جائے تو اس کی وجہ یہ ہوگی کے راویان حدیث کے اوصاف سے متعلق ائمہ حدیث کو تردد ہے بعض کی رائے کے مطابق حدیث حسن قرار پاتی ہے اور بعض کے مطابق صحیح، بنا بریں اس پر دونوں کا اطلاق کردیا جاتا ہے اس صورت میں لفظ حسن اور صحیح کے درمیان 'حرف تردد او'



عرف ہے، اور اس تقدیر پر جس حدیث کے بارے میں 'حسن صحیح' کہا جائے وہ اس حدیث سے کم درجہ کی ہوگی جس کے بارے میں فقط صحیح کہا جائے

② جب کوئی حدیث متعدد طرق سے مروی ہو تو مذکورہ دو اوصاف کا اطلاق دو مختلف سندوں کے اعتبار سے ہوگا، کہ اس حدیث کی ایک سند حسن ہے اور دوسری صحیح،
اس تقدیر پر جس حدیث کے بارے میں 'حسن صحیح' کہا جائے وہ اس منفرد حدیث سے اعلیٰ درجہ کی ہوگی جس کے بارے میں فقط 'صحیح' کہا جائے کیونکہ کثرت طرق قوت دیتے ہیں

③ شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ حسن سے حسن لذاتہ اور صحیح سے صحیح لغیرہ مراد ہو تو اجتماع حسن و صحت کے جواز میں کوئی شبہ نہیں

④ یہ بھی احتمال ہے کہ امام ترمذی کے اجتہاد میں یہ حدیث حسن یا صحیح ہو یعنی خود امام ترمذی اس حدیث کے بارے میں متردد ہوں

⑤ یہ صفات اسناد کی جانب راجع ہیں پس جب ایک حدیث دو اسناد سے مروی ہو ان میں سے ایک حسن اور دوسری صحیح ہو گی تو اس حدیث کے بارے میں 'حسن صحیح' کہنا بالکل درست ہے کہ وہ حدیث ایک سند کے اعتبار سے حسن اور دوسری کے اعتبار سے صحیح ہے

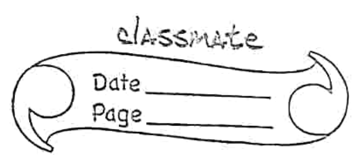
- حدیث حسن کے راویوں کی صفات میں حدیث صحیح کے راویوں کی صفات کی نسبت قصور اور کمی ہوتی ہے،
اس میں جو قصور ہوتا ہے وہ لفظ حسن پر اکتفا کرنے کی وجہ سے آتا ہے اسکی حقیقت اور ذات میں نہیں ہوتا۔

- راویان حدیث کی وہ صفات جو قبول روایت کی مقتضی ہوتی ہیں ان کے مختلف درجات ہیں۔

یہ بات ممکن ہے کہ ہر صحیح حدیث حسن ہو اور محدثین اسکا التزام کرتے ہیں جیسا کہ ان حضرات سے احادیث صحیحہ میں 'ھذا حدیث حسن' کا قول وارد ہے

- جس حدیث کے بارے میں 'حسن صحیح' کہا جائے وہ رتبہ میں حسن سے زیادہ اور صحیح سے کم ہوتی ہے،

- جس حدیث پر محض صحت کا حکم کیا جائے وہ اس سے قوی ہوگی جس پر حسن اور صحت دونوں کا حکم کیا جائے۔



باب ما جاء ان مفتاح الصلاة الطھور

(طہارت نماز کی کنجی ہے)

⟸ طہور کو مفتاح قرار دینے کی وجہ :-

علامہ بدرالدین عینی فرماتے ہیں : حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے استعارہ بالکنایہ کے طریقے پر نماز کو مقفل خزانے سے تشبیہ دی اور استعارہ بالکنایہ اس استعارہ کو کہتے ہیں ← جس میں ارکان تشبیہ میں سے سوائے مشبہ کے کچھ ذکر پیش کیا جاتا، اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے استعارہ ترشیحیہ کے طور پر نماز کے لئے چابی کو ثابت فرمایا ہے، اور استعارہ ترشیحیہ اس استعارہ کو کہتے ہیں جس میں مستعار منہ کے مناسب کو مستعار لہ کو ذکر کیا جاتا ہے۔

⟸ تکبیر کو تحریم اور سلام کو تحلیل کہنے کی وجہ :-

علامہ سیوطی فرماتے ہیں : نماز چونکہ بہت سے کاموں کو حرام کر دیتی ہے اس لئے اس کے اول عمل یعنی تکبیر کو تحریم کہا گیا ہے اور تکبیر کہنے سے جو خارج نماز افعال و کلام نمازی پر حرام ہوئے تھے وہ سلام پھیرنے سے حلال ہو جاتے ہیں۔

⟸ رکن، شرط اور فرض کی تعریف اور فرض کا اطلاق :؟

علامہ علاؤ الدین حصکفی فرماتے ہیں —

① کسی شی کا رکن اس امر لازم کو کہتے ہیں جو اس شی کی ماہیت و حقیقت میں داخل ہو

② شرط اس کی ماہیت سے خارج ہوتی ہے۔

③ لفظ فرض ان دونوں کو شامل ہے، اور فرض اس امر کو کہتے ہیں جس کا لزوم قطعی ہو حتی کے اسکے منکر کی تکفیر کی جائے. جیسے اصل مسح راس، اور کبھی فرض کا اطلاق فرض عملی پر بھی کیا جاتا ہے فرض عملی اس امر کو کہتے ہیں جس کے فوت ہونے سے پورا عمل فوت ہو جائے. جیسے فرائض میں اجتہادی مقدار میں

- علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی فرماتے ہیں : اصطلاح شرع میں فرض اس امر کو کہتے ہیں جس کا کرنا دلیل قطعی سے لازم ہو عام ازیں کہ وہ شرط ہو یا رکن ۔

- علامہ عینی نے البنایہ میں ذکر کیا ہے کہ : لفظ فرض شرط اور رکن دونوں کو شامل ہے اور فرض کا اطلاق دونوں پر کیا جاتا ہے

⟸ تکبیر تحریمہ کی فرضیت پر اتفاق ہے اسکے رکن یا شرط ہونے میں اختلاف ہے

- تکبیر تحریمہ کی فرضیت :-

تکبیر تحریمہ کی فرضیت پر ائمہ اعلام کا اتفاق ہے ۔

علامہ بدر الدین عینی لکھتے ہیں ۔ جان لو کہ تکبیر تحریمہ کی فرضیت قرآن وسنت اور اجماع سے ثابت ہے ۔

قرآن ← وذکر اسم ربہ فصلی

یہ آیت تکبیر تحریمہ کے بارے میں نازل ہوئی

← وربک فکبر

اس آیت میں بھی نماز کی تکبیر مراد ہے ، کیونکہ ائمہ تفسیر کے مطابق نماز کے علاوہ کوئی تکبیر واجب (فرض) نہیں ۔

- ائمہ تفسیر کے اجماع کے مطابق قرآن کریم میں تکبیر تحریمہ ہی مراد ہے نیز اس پر بھی اجماع ہے کہ نماز کے علاوہ دیگر تکبیرات میں سے کوئی فرض نہیں پس آیت مبارکہ میں اسکی فرضیت متعین ہوئی تاکہ نص کے حکم کو معطل نہیں کیا جائے گا۔

⟸ تکبیر تحریمہ کے رکن یا شرط ہونے میں مذاہب اربعہ :-

ائمہ ثلاثہ ← تکبیر تحریمہ نماز کا رکن ہے

احناف ← شرط ہے

- ہاں نماز جنازہ کی تکبیر تحریمہ احناف کے نزدیک بھی رکن ہے۔

- شیخ دردیر مالکی ارکان نماز بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں ؛ نماز کا دوسرا فرض (رکن) تکبیر تحریمہ ہے۔

⟸ تکبیر تحریمہ کے رکن اور شرط ہونے پر دلائل

مسالک

① احناف کے نزدیک تکبیر تحریمہ شرط ہے یہاں تک کے ہمارے نزدیک فرض کے لئے تکبیر تحریمہ کہنے والے کو اس تکبیر سے نفل ادا کرنا جائز ہے

② امام شافعی کے نزدیک تکبیر تحریمہ کے لئے وہ تمام چیزیں شرط ہیں جو دیگر ارکان کے لئے شرط ہیں اور یہ اسکی رکنیت کی دلیل ہے۔

دلائل

ہماری دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان (وذکر اسم ربہ فصلی) اور اپنے رب کا نام لے کر نماز پڑھے۔

اس آیت میں تکبیر تحریمہ پر نماز کا عطف کیا ہے اور عطف مغایرت کا تقاضہ کرتا ہے، لھذا تکبیر تحریمہ رکن یعنی جزو نماز نہیں بلکہ شرط ہے اور چونکہ یہ شرط ہے اس لئے دیگر ارکان کی طرح مکرر نہیں ہوتی

جواب دلیل

امام شافعی کی دلیل کا جواب یہ شرائط کی رعایت خاص تکبیر تحریمہ کی وجہ سے نہیں بلکہ اس سے متصل قیام کی وجہ سے ہے

- حقیقتاً تکبیر تحریمہ شرائط نماز سے ہے مگر چونکہ افعال نماز سے اس کو بہت زیادہ اتصال ہے اسی وجہ سے فرائض (ارکان نماز) میں اس کا شمار کیا

classmate
Date
Page

15

⟸ تکبیر تحریمہ میں خاص لفظ "اللہ اکبر" کہنا فرض ہے یا نہیں ؟

• تکبیر تحریمہ کا فرض کس لفظ سے ادا ہو سکتا ہے یا بلفظ دیگر تکبیر تحریمہ میں کوئی خاص لفظ مثلاً اللہ اکبر کہنا فرض ہے یا نہیں ؟

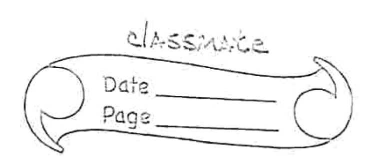
مالکیہ اور حنابلہ ← اس فرض کی ادائگی کے لئے خاص لفظ اللہ اکبر کہنا ضروری ہے کسی اور کلمہ سے نماز منعقد نہیں ہوگی

شوافع ← کلمہ تکبیر پر قدرت رکھنے والے کے لئے یہی لفظ متعین ہے، لیکن اس قدر وسعت بھی ہے کہ کسی نے اللہ اکبر کی بجائے اللہ الاکبر کہا تو چونکہ یہ لفظ بھی تکبیر ہی پر دلالت کرتا ہے

احناف ← اس میں امام ابو یوسف اس بات کے قائل ہیں کہ جو شخص درست طریقے پر حدیث کہنے پر قادر ہے، اس کے لئے لفظ تکبیر سے مشتق الفاظ "اللہ اکبر، اللہ الاکبر، اللہ الاکبیر" ہی کے ذریعے نماز میں داخل ہو۔

• امام اعظم اور امام محمد بن حسن شیبانی کے نزدیک ہر وہ چیز جو خالصۃ اللہ تعالیٰ کی ثنا ہو اور اس سے اللہ کی تعظیم ہی مراد لی جاتی ہو تو اسکے ذریعہ نماز شروع کرنا صحیح ہے جیسے اللہ اکبر، اللہ الاکبر وغیرہ کہنا، اور یونہی ہر وہ اسم جو کسی صفت کے ساتھ ذکر کیا جائے۔ جیسے الرحمٰن اعظم، الرحیم اجل وغیرہ کہنا — حضرت ابراہیم نخعی کا یہی قول ہے۔

• تکبیر تحریمہ کے دو کلمات کے درمیان اللہ تعالیٰ کی صفت میں سے کوئی لفظ داخل کر دیا جائے — تو اگر الفاظ قلیل ہیں جیسے اللہ عزوجل اکبر تو صحیح قول کے مطابق یہ الفاظ بھی تکبیر تحریمہ میں کفایت کر جائیں گے اور اگر کلام طویل ہو گیا، جیسے اللہ الذی لا الہ الا ھو الملک القدوس اکبر کہا تو اسم تکبیر سے خارج ہونے کی وجہ سے یہ کلام ہرگز کفایت نہیں کریں گے



امام ابو یوسف : لفظ تکبیر سے مشتق الفاظ کے ذریعہ ہی نماز میں داخل ہونا صحیح ہے اور وہ 3 الفاظ ہیں ① اللہ اکبر
② اللہ الاکبر
③ اللہ الاکبیر

امام شافعی : سوائے 2 لفظوں کے نماز شروع نہیں ہوگی ① اللہ اکبر ② اللہ الاکبر
امام مالک : سوائے ایک لفظ کے نماز شروع نہیں ہوگی ← اللہ اکبر
امام اعظم : لفظ 'اللہ اکبر' کے علاوہ سے نماز شروع کرنا مکروہ ہے اور اس سے مراد مکروہ تحریمی ہے، کیونکہ یہ جھٹ ترک میں واجب کے رتبہ میں ہے۔

- امام سرخسی نے حضرت مجاہد سے مروی روایت : کان الانبیاء یفتحون الصلاۃ بلا الہ الا اللہ، کہ انبیائے کرام لا الہ الا اللہ سے نماز شروع کرتے تھے۔
لیکن ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے خاص لفظ تکبیر سے نماز شروع کرنے پر مواظبت منقول ہے۔

⟸ سلام کے فرض یا واجب ہونے کی تحقیق :-

ائمہ ثلاثہ : نماز کے آخر میں سلام پھیرنا فرض ہے اور نماز کا رکن ہے
احناف : احناف کے نزدیک فرض نہیں بلکہ واجب ہے نیز ہمارے نزدیک دونوں جانب صرف لفظ 'السلام' کہنا واجب ہے 'علیکم' واجب نہیں

- علامہ علاؤ الدین حصکفی اور علامہ ابن عابدین شامی فرماتے ہیں : لفظ 'سلام' دو مرتبہ واجب ہے پس اصح قول کے مطابق دوسرا سلام بھی واجب ہے اور لفظ 'علیکم' ہمارے نزدیک واجب نہیں

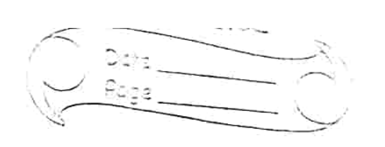
- شمس الدین محمد بن احمد خطیب شربینی شافعی فرماتے ہیں : ارکان نماز میں سے بارہواں رکن سلام ہے

مقارب الحدیث

- مقارب الحدیث ر کے فتحہ اور کسرہ دونوں کے ساتھ ہے اور الفاظ تعدیل میں سے ہے
- امام ترمذی اس لفظ سے تقویت راوی مراد لیتے ہیں۔
- ایک قول کے مطابق ر کے کسرہ کے ساتھ الفاظ تعدیل میں سے ہے اور فتحہ کے ساتھ الفاظ جرح میں سے۔

⟸ عبداللہ بن محمد بن عقیل اور انکے متعلق ائمہ جرح و تعدیل کی آراء۔

- آپ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بیٹے نواسے اور سیدہ زینب رضی اللہ عنھا کے بیٹے ہیں۔ ابن قانع کے مطابق 142 ہجری میں فوت ہوئے۔
- ابن مدینی ابن عیینہ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ میں نے انہیں خود یاد نہیں کرتا دیکھا تو اس پر محمول کیا کہ انکی عقل متغیر ہو گئی۔



باب ما یقول اذا دخل الخلاء
(بیت الخلاء میں جانے وقت کیا کہا جائے)

← خُبث، خُبُث اور خبائث کا معنی ؛-

• ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ اعوذ بک من الخبث میں ' ب '
کے ضمہ اور سکون کے ساتھ الخبیث کی جمع ہے اور خبث کا مطلب
ہے تکلیف پہنچانے والا شیطان اور جن۔
اور خبائث، الخبیثہ کی جمع ہے جس کا معنی شیطان مرد اور عورتیں ہیں

• اس دعا کے لئے بیت الخلا کو اس لئے خاص کیا گیا کہ شیاطین خالی
جگہوں پر ہوتے ہیں کیونکہ وہاں اللہ کا ذکر نہیں ہوتا۔

← بیت الخلا میں داخلے کی دعا کس وقت پڑھی جائے ؛-

• علامہ یحییٰ بن شرف نووی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ حدیث
پاک میں جو یہ فرمایا گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب بیت الخلا
میں داخل ہوتے تو اللھم انی الخ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب
بیت الخلا میں داخل ہونے کا ارادہ فرماتے تو یہ دعا پڑھتے۔
صحیح بخاری شریف صراحت کے ساتھ اس طرح وارد ہے چنانچہ فرمایا
کان اذا اراد ان یدخل

← فتاوی رضویہ کہ یہاں جن اور ناپاک روحیں مرد اور عورت احادیث
سے ثابت ہیں اور وہ اکثر ناپاک موقعوں پر ہوتی
ہیں انہیں سے پناہ کے لئے پاخانہ جانے سے پہلے یہ دعا
وارد ہوں (اعوذ باللہ من الخبث والخبائث)

← بیت الخلا میں تعویذ پہن کر جانا ؛

علامہ ابن عابدین شامی فرماتے ہیں کہ ایسا تعویذ جو الگ غلاف میں ہو
اسے بیت الخلا میں لے کر جانا مکروہ نہیں لیکن بچنا افضل ہے۔

← اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ تعویذ لے جانے کی اجازت اس وقت ہوگی کہ غلاف مثلاً موم جامہ میں ہو اور پھر بھی فرمایا کہ بچنا ہی اولیٰ ہے، اگرچہ غلاف ہونے سے کراہت نہ رہی۔

اضطراب سند کی وضاحت

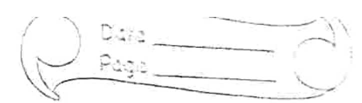
• حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ اگر راویوں کی جانب سے سند یا متن میں تقدیم و تاخیر زیادت و نقصان یا اجزائے متن میں اختصار حذف یا اسکی مثل کسی اور امر میں اختلاف واقع ہو تو وہ حدیث مضطرب ہے
سند یا متن میں کسی طرح کے اختلاف کو اضطراب کہتے ہیں

ھذا حدیث حسن کی وضاحت

• امام احمد ذھبی فرماتے ہیں کہ حدیث حسن وہ ہے جو درجہ ضعیف سے برتر ہو لیکن درجہ صحت کو نہ پہنچے۔

• حدیث حسن میں جس نقصان کا اعتبار کیا جاتا ہے وہ قلت ضبط ہے

← لیکن حدیث حسن کے حوالے سے امام ترمذی کی اپنی اصطلاح ہے آپ "العلل الصغیر" میں فرماتے ہیں ہم نے جامع ترمذی میں جو حدیث حسن ذکر کیا ہے اس سے ہماری مراد یہ ہے کہ اس حدیث کی اسناد حسن ہے، تو ہر وہ حدیث جس کی سند میں نہ کو متہم بالکذب ہو نہ حدیث شاذ ہو اور وہ حدیث کسی دوسری سند سے بھی مروی ہو تو وہ ہمارے نزدیک حسن ہے



باب ما یقول اذا خرج الخلاء
(بیت الخلاء سے باہر آئے وقت کیا کہیں)

بیت الخلاء سے باہر نکلتے وقت مغفرت طلب کرنے کی وجہ:-

- علامہ ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حالت سے استغفار کیا ہے جس نے اللہ تعالیٰ کے ذکر کو چھوڑنے کا تقاضہ کیا تھا —
کیونکہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم قضائے حاجت کے علاوہ ہر حالت میں اللہ کے ذکر میں رہتے تھے۔

- امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ نے اس قول پر ایک دلچسپ سوال قائم کیا:

سوال: اگر کہا جائے سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حالت میں ذکر اللہ تو اللہ کے حکم سے ترک کیا ہے تو اللہ حکم و اذن سے کئے گئے کام پر مغفرت کیونکہ طلب کی؟

جواب: ترک اگرچہ اللہ کے حکم سے ہے مگر یہ ایک ایسے امر کی بنا پر ہے جو اپنی ذات کی جانب سے ہے اور وہ ہے قضائے حاجت کی احتیاج۔

لا یعرف فی الباب الا حدیث عائشہ کا مطلب:

- علامہ یحییٰ بن شرف نووی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:
بیت الخلاء سے نکلنے کے بعد جو کلمات پڑھے جائیں اسکے بارے میں بہت ساری احادیث وارد ہیں جن میں سے حضرت عائشہ کی روایت کے علاوہ کوئی بھی ثابت نہیں — (امام ترمذی کی اس قول سے یہی مراد ہے)

ھذا حدیث حسن غریب کی وضاحت:-

- حدیث حسن: وہ ہے جو درجۂ ضعیف سے برتر ہو لیکن درجۂ صحت کو نہ پہنچے۔
- حدیث غریب: علامہ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں: کسی حدیث کو روایت کرنے میں ایک شخص منفرد ہو عام ازیں کے تفرد سند میں کہیں بھی واقع ہو تو یہ حدیث غریب ہے

باب فی النھی عن استقبال القبلہ بغائط او بول
(پیشاب یا پاخانہ کرتے وقت قبلہ کی طرف رخ کرنے کی ممانعت)

مشرق یا مغرب کی طرف منہ کون کرے؟

- علامہ نووی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں کہ حدیث میں جو مشرق اور مغرب کی طرف رخ کرنے کا حکم ہے یہ خطاب اہل مدینہ اور اس جیسے ان علاقہ والوں کے لئے ہے

- علامہ علاؤ الدین حصکفی فرماتے ہیں کہ پیشاب اور پاخانہ کے وقت قبلہ رخ اور پیٹھ کرنا مکروہ تحریمی ہے، اگرچہ عمارت کے اندر ہی کیوں نہ ہو کیونکہ ممانعت مطلق ہے

- درمختار وحاشیہ ابن عابدین شامی میں ہے کہ
عورت کے لئے یہ عمل مکروہ تحریمی ہے کہ وہ چھوٹے بچے کو قبلہ رخ پیشاب یا پاخانہ کروائے۔

- گناہ گاروں کے لئے استغفار کرنا سنت ہے۔

قضائے حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ اور پیٹھ کے بارے میں مذاہب

- فضا یا کسی کھلی جگہ میں بغیر کسی آڑ کے قضائے حاجت کرتے ہوئے قبلہ کو منہ یا پیٹھ کرنے کے عدم جواز پر اتفاق ہے،
اور دیوار وغیرہ کسی چیز کو آڑ بنا کر یا کسی عمارت کے اندر قضائے حاجت کرتے ہوئے قبلہ کو منہ یا پیٹھ کرنے کے بارے میں اختلاف ہے
احناف سے یہ ناجائز ہے کہ حدیث میں وارد ممانعت مطلق ہے
مالکیہ، شوافع، حنابلہ سے اسکی رخصت ہے

- علامہ علاؤ الدین حصکفی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ پیشاب اور پاخانہ کے وقت قبلہ کو رخ اور پیٹھ کرنا مکروہ تحریمی ہے اگرچہ عمارت کے اندر ہی کیوں نہ ہو کیونکہ ممانعت مطلق ہے

باب ما جاء من الرخصة فی ذلک

(قبلہ رخ قضائے حاجت کرنے کی اجازت سے متعلق روایات)

• عمارت میں بوقت قضائے حاجت استقبال و استدبار کے دلائل پر تحدِ نظرہ:

احناف: احناف کے نزدیک قضائے حاجت کے وقت فضا و صحرا کی طرح عمارت کے اندر بھی استقبال و استدبار قبلہ ناجائز ہے۔
دلیل: سابقہ باب کی حدیث پاک ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بغیر کسی تفریق کے مطلقاً قضائے حاجت کے وقت قبلہ کو منہ اور پیٹھ کرنے سے منع فرمایا،

مالکیہ، حنابلہ اور شوافع: عمارت میں استقبال اور استدبار دونوں جائز ہیں
دلیل: موجودہ باب کی احادیث طیبہ پیش کرتے ہیں۔

• ملک العلما امام ابو بکر بن مسعود کاسانی حنفی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:-
فضا میں قضائے حاجت کرتے ہوئے اپنی شرمگاہ کو قبلہ رخ کرنا مکروہ تحریمی ہے

• ناسخ کے لئے ضروری ہے وہ قوت میں منسوخ کے جیسی ہو۔

• فعل کی حدیث شریف قولی کے نسخ میں صریح نہیں ہوتی کیونکہ ممکن ہے کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہو۔

classmate
Date
Page

باب النھی عن البول قائما
(کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کی ممانعت)

بلا عذر کھڑے ہو کر پیشاب کرنے میں مذاہب اربعہ:

احناف اور شوافع: انکے نزدیک کھڑے ہو کر پیشاب کرنا مکروہ تنزیہی ہے
امام احمد بن حنبل: کراہت اور عدم کراہت دونوں منقول ہیں۔
امام مالک: ایسی زمین جہاں چھینٹے اڑ کر پیشاب کرنے والے پر نہ پڑیں وہاں کھڑے ہو کر کرنے میں حرج نہیں۔
اور جہاں چھینٹے اڑ کر پڑیں گی وہاں مکروہ ہے

- امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں فرمایا: تحقیق یہ ہے کہ کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کی ممانعت میں احادیث وارد ہیں، لیکن ثابت نہیں ہاں حضرت عائشہ کی حدیث ثابت ہے ــــ اسی لئے
- علماء فرماتے ہیں سوائے عذر کے کھڑے ہو کر پیشاب کرنا مکروہ ہے اور یہ کراہت تنزیہی ہے تحریمی نہیں

- امام نووی فرماتے ہیں: ہمارے اصحاب نے فرمایا کہ کھڑے ہو کر پیشاب کرنا مکروہ تنزیہی ہے ــ اور عذر کی وجہ سے مکروہ نہیں۔

- علامہ علی بن سلیمان بن احمد مرداوی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:- اگر تلوث اور لوگوں کے دیکھنے سے امن ہو تو صحیح قول کے مطابق بلا حاجت کھڑے ہو کر پیشاب کرنا بھی مکروہ ہے

کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کے نقصانات

- اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کھڑے ہو پیشاب کرنے میں 4 حرج ہیں:-

① بدن اور کپڑوں پر چھینٹیں پڑنا، جسم اور لباس بلا ضرورت شرعیہ ناپاک کرنا — یہ حرام ہے۔
بحر الرائق میں بدائع کے حوالے سے ہے "اما تنجیس الطاهر فحرام"
پاک چیز کو ناپاک کرنا حرام ہے

② ان چھینٹوں کے باعث عذاب قبر کا استحقاق اپنے سر پر لینا۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں ؛ (فتنزھوا من البول فان عامۃ عذاب القبر منه)
پیشاب سے بہت بچو کہ اکثر عذاب قبر اسی سے ہے۔

③ رہ گزر پر ہو یا جہاں لوگ موجود ہوں تو باعث بے پردگی ہوگا۔
سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے ؛ لعن اللہ الناظر والمنظور الیه)
دیکھنے اور دکھانے والے دونوں پر اللہ کی لعنت ہے۔

④ یہ نصاریٰ سے تشبہ اور انکی سنت مذمومہ میں ان کا اتباع ہے۔
آج کل جن کو یہاں یہ شوق جاگا ہے اسکی یہی علت اور یہ موجب عذاب و عقوبت ہے۔
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (لا تتبعوا خطوات الشیطن)

← اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان لکھتے ہیں ؛ - اس حرکت (کھڑے ہو کر پیشاب کرنے) سے نہی (ممانعت) اور اسکے بے ادبی و جفا و خلاف سنت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہونے میں احادیث صحیحہ معتمدہ وارد ہیں

• حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے سرکار علیہ السلام فرماتے ہیں ؛-
3 باتیں جفا و بے ادبی سے ہیں ① آدمی کھڑے ہو کر پیشاب کرے
② نماز میں اپنی پیشانی سے (مٹی یا پسینہ) پونچھے
③ سجدہ کرتے وقت پھونکے

باب ما جاء من الرخصة فی ذلک

(کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کی رخصت کے بارے میں روایات)

سباطہ کا مطلب:

• علامہ نووی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: قوم کی سہولت کے لئے شہر یا قبیلہ کے میدان میں مٹی اور کوڑا کرکٹ وغیرہ ڈالنے کے لئے بنائی گئی جگہ کو "سباط" کہتے ہیں

کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کی وجوہات:

• سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت تھی کہ آپ بیٹھ کر ہی پیشاب کرتے تھے لیکن اس باب کی حدیث میں مذکور ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سباط قوم پر کھڑے ہو کر پیشاب کیا — ؟

← اسکے مختلف جوابات دئے گئے ہیں اعلی حضرت علیہ الرحمہ نے اپنے ایک فتوے میں متعدد علما کے حوالے سے اسکے بہت سے جوابات ذکر کئے اور اپنی رائے کا بھی اظہار فرمایا....!

① یہ حدیث ام المومنین رضی اللہ عنہا سے منسوخ ہے یہ امام ابو عوانہ نے اپنی صحیح اور ابن شاہین نے کتاب السنہ میں اختیار کیا۔

② اس وقت دردِ مبارک میں زخم تھا بیٹھ نہ سکتے تھے، یہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ کی روایت ہے۔

③ وہاں نجاست کے سبب بیٹھنے کی جگہ نہ تھی۔

④ اس میں ڈھال ایسا تھا کہ بیٹھنے کا موقع نہ تھا

(5) اس وقت پشت مبارک میں درد تھا اور عرب کے نزدیک یہ
فعل اس سے استشفاء ہے۔
40 طبیبوں کا اتفاق ہے کہ حمام میں ایسا کرنا ستر مرض کی دوا ہے۔

← علامہ عینی فرماتے ہیں حفص فرد نے جب امام شافعی سے کھڑے
ہوکر پیشاب کرنے کا فائدہ پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ عربی
لوگ کھڑے ہوکر پیشاب کرنے سے گھٹنوں کے درد کا علاج کرتے ہیں،
پس ہمارا خیال ہے اس وقت سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کو یہی تکلیف تھی۔

- حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول بھی ہے کہ کھڑے ہوکر پیشاب کرنا دُبر
کو محفوظ رکھتا ہے۔
- امام عسقلانی نے یہ زیادت کی کہ آپ نے ایسا اس لئے کیا کہ آیا
گھروں کے زیادہ قریب تھے۔

عشق کی بات

- اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ فرماتے ہیں وہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے
افعال مبارکہ کی ایسی وجوہات بیان کرنے کو نہایت بے ذوقی سمجھتا ہوں
اللہ تعالیٰ نے آپکو ہر اس چیز سے محفوظ فرمایا جسے قبیح سمجھا جاتا ہے۔

- زیادہ ظاہر یہ ہے کہ آپ نے بیان جواز کے لئے ایسا کیا،

classmate
Date
Page

باب كراهية الاستنجاء باليمين
دائیں ہاتھ سے استنجاء کرنے کی کراہت

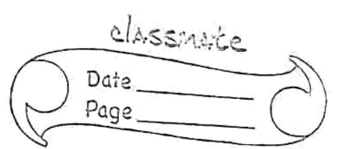
دائیں ہاتھ سے شرم گاہ چھونے کی ممانعت مطلق ہے یا مقید ؟
دائیں ہاتھ سے اپنی شرم گاہ چھونے کی ممانعت مطلق ہے،
یعنی حدیث پاک میں اس ممانعت کو کسی حالت کے ساتھ خاص
نہیں کیا گیا —
لیکن بخاری و مسلم کی احادیث طیبہ میں یہ ممانعت
قضائے حاجت کی حالت کے ساتھ خاص ہے

احناف و شوافع ؒ اس بات کی حدیث میں مذکور مطلق ممانعت بھی
اسی مقید ممانعت ہی پر محمول ہے، جس کے اسکے علاوہ اوقات
میں عضو تناسل کو چھونا بالکل جائز ہے

بعض علماء ؒ نے فرمایا کہ حالت پیشاب کے علاوہ دیگر اوقات میں
دائیں ہاتھ سے عضو تناسل کو چھونا بدرجۂ اولی ممنوع ہے،
کیونکہ پیشاب کی حالت میں حاجت کے احتمال کے باوجود اس سے
منع کیا گیا ہے۔ تو اسکے علاوہ دیگر احوال میں جب ضرورت کا
احتمال بھی نہیں تو وہاں ممانعت بدرجہ اولی ہوگی۔

- ابو محمد بن ابو جمرہ نے ان کا تعاقب کیا کہ حاجت کا احتمال صرف
اس حالت کے ساتھ خاص نہیں — اور ممانعت پیشاب کی حالت کے
ساتھ اس جہت سے خاص کی گئی ہے۔
(مجاور الشئ يعطى حكمه)
کسی شئ کی قریبی چیز کو اس شئ کا حکم دے دیا جاتا ہے

- حضرت طلق بن علی رضی اللہ عنہ نے آپ سے اپنی شرم گاہ چھونے
سے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا: یہ (دیگر اعضا کی طرح)
تمہارے جسم کا ایک ٹکڑا ہے۔



یہ فرمان ہر حالت میں شرم گاہ کو چھونے کی جواز پر دلالت کرتا ہے،
لیکن اس حدیث صحیح کی وجہ سے پیشاب کی حالت مستثنیٰ ہو گئی
اور اسکے علاوہ حالتوں میں جواز باقی ہے۔

دائیں ہاتھ سے استنجاء کرنے میں مذاہب ائمہ:

احناف: بلا عذر دائیں ہاتھ سے استنجاء کرنا مکروہ تحریمی ہے۔
شوافع و حنابلہ: مکروہ تنزیہی ہے
مالکیہ: اکثر کے نزدیک مکروہ تنزیہی ہے لیکن ابو محمد یوسف نے اسے ناجائز لکھا ہے

- علامہ علاؤ الدین حصکفی فرماتے ہیں: بائیں ہاتھ میں کوئی عذر نہ ہو تو دائیں ہاتھ سے استنجاء کرنا مکروہ تحریمی ہے

- علامہ مصطفیٰ بن سعد بن عبدہ سیوطی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:- دائیں ہاتھ سے استنجاء کرنے کی ممانعت تادیب کے لئے ہے تحریم کے لئے نہیں

- ابن رشد مالکی لکھتے ہیں: رہے استنجاء کرنے اور بیت الخلاء میں داخل ہونے کے آداب تو فقہاء کے نزدیک ان میں سے اکثر استحباب پر محمول ہیں۔

ممانعت میں اصل کیا ہے؟

- ابو عبداللہ المواق المالکی فرماتے ہیں: ممانعت میں اصل یہ ہے کہ جس بارے میں وارد ہو اس میں نظر کی جائے،

① اگر اپنی ملکیت کی اشیا کے بارے میں وارد ہو تو یہ ممانعت ادب اور ارشاد کے لئے ہے — مثلا برتن کے درمیان سے کھانا، الٹے ہاتھ سے کھانا وغیرہ
② اور اگر غیر مملوکہ اشیا پر وارد ہو تو تحریم کے لئے ہے۔
مثلا شغار اور جس چیز کی کثیر مقدار نشہ دے اسکی قلیل مقدار وغیرہ۔

- علامہ ابن بطال مالکی فرماتے ہیں: فقہائے کرام کے نزدیک (دائیں ہاتھ سے استنجاء کرنے اور عضو تناسل چھونے کی) یہ سب ممانعتیں ادب سکھانے کے لئے ہیں

باب الاستنجاء بالحجارة

(پتھر سے استنجاء کرنا)

ملا علی قاری حدیث پاک کی شرح میں ذکر کرتے ہیں۔
ہڈی سے استنجاء کے حوالے سے خطابی نے کہا کہ مردہ جانور کی ہڈی سے استنجاء جائز ہے، نہ مذبوح کی ہڈی سے،

- اسکی وجہ ہڈی کی چکناہٹ ہے کہ وہ نجاست کو زائل نہیں کرے گی۔
- اسکی وجہ یہ ہے کہ بوقت حاجت ہڈی کو چوسا جانا ممکن ہے۔ کہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کی وجہ سے ہے کہ "یہ ہڈیاں تمہارے بھائی جنات کا توشہ ہیں" یعنی وہ لوگ ان ہڈیوں پر پہلے سے زیادہ گوشت پاتے ہیں۔
- ہڈی سے بسا اوقات زخم ہو جاتا ہے۔

اس حدیث مبارکہ میں 4 چیزوں کی ممانعت فرمائی گئی ہے۔

1. قضائے حاجت کے وقت قبلہ کو منہ کرنا
2. دائیں ہاتھ سے استنجاء کرنا
3. تین سے کم پتھروں سے استنجاء کرنا
4. گوبر یا ہڈی سے استنجاء کرنا

قضائے حاجت کے بعد استنجاء کرنا فرض ہے یا سنت ؟

شوافع و حنابلہ کے عام حالات میں جبکہ نجاست اپنے مخرج سے متجاوز نہ ہو تو استنجاء واجب ہے

امام اعظم و امام مالک کے سنت ہے۔

احناف کا موقف

امام ابو بکر بن مسعود بن احمد کاسانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ ہمارے نزدیک استنجاء سنت ہے اور امام شافعی کے نزدیک فرض و ضروری، یہاں تک کہ اگر کسی نے بالکل استنجاء نہ کیا تو ہمارے نزدیک اسکی نماز صحیح ہو جائے گی،
اور امام شافعی کے نزدیک صحیح نہیں ہو گی

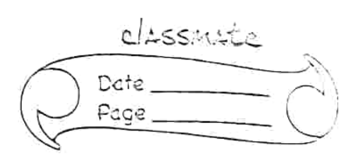
اس مسئلے میں کلام ایک اصول کی طرف راجع ہے۔
اصول یہ ہے کہ ہمارے نزدیک کپڑے یا بدن میں نجاست حقیقیہ کی قلیل مقدار نماز کے حق میں معاف ہے۔
امام شافعی سے معاف نہیں ہے۔

امام شافعی کا اعتراض کہ استنجاء کے مقابلے میں آپکا اصول ٹوٹ جاتا ہے۔
آپ کہتے ہیں کہ کسی نے پتھروں سے استنجاء کیا اور موضعِ استنجاء کو نا دھویا تو بھی نماز درست ہے،
اگرچہ کچھ نجاست کی بقا کا یقین ہو کیونکہ پتھر مکمل طور پر نجاست کو دور نہیں کرتا بلکہ کم کرتا ہے،
یہ واضح تناقض ہے۔

جوابا: سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے: جو پتھر سے استنجاء کرے اسے چاہئے کہ طاق عدد میں پتھر استعمال کرے، جس نے اس طرح کیا تو مستحسن ہے اور جس نے ایسا نہ کیا تو کوئی حرج نہیں،

اس حدیث سے دو وجہوں سے استدلال ہے:
① نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکے ترک کرنے میں حرج کی نفی فرمائی اگر یہ فرض ہوتا تو اسکے ترک میں حرج ہوتا،

② آپنے فرمایا: جس نے ایسا کیا تو اس نے اچھا کیا اور جس نے



ایسا نہ کیا تو کوئی حرج نہیں۔
ایسا کلام فرض کے بارے میں نہیں مستحب کے بارے میں کیا جاتا ہے۔
ہاں اگر کسی نے اصلا ہی استنجاء نہیں کیا اور اسی طرح نماز پڑھی
تو یہ مکروہ ہے،
کیونکہ قلیل نجاست نماز کے حق میں معاف ہے کراہت کے حق میں نہیں۔
اور جب وہ شخص استنجاء کرے تو کراہت زائل ہو جائے گی،
کیونکہ ضرورت کی وجہ سے پتھر سے استنجاء کرنا شرعا دھونے کے قائم مقام ہے

فقط پتھر سے استنجاء کرنا کافی ہے یا نہیں؟
ائمہ اربعہ کا اس پر اتفاق ہے کہ استنجاء میں پانی اور پتھر دونوں
کو جمع کرنا اگرچہ افضل ہے
لیکن اگر صرف پانی یا پتھر کسی ایک چیز سے استنجاء کیا تو یہ جائز اور کافی ہے

استنجاء میں 3 سے کم پتھر استعمال کرنے میں مذاہب اربعہ:-

احناف اور مالکیہ: اگر صفائی حاصل ہو جائے تو استنجاء میں 3 سے کم پتھروں
کا استعمال بھی کافی ہے، لیکن مستحب یہ ہے کہ 3 پتھر
استعمال کئے جائیں
حنابلہ اور شوافع: اگرچہ 3 سے کم میں صفائی ہو جائے لیکن 3 پتھروں کا
استعمال (یا 3 بار مسح کرنا) واجب ہے

احناف کا موقف
علامہ حسن بن عمار بن علی الشرنبلالی حنفی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:-
استنجاء میں پانی یا پتھر کسی ایک چیز پر اقتصار کرنا جائز ہے
محل نجاست کو صاف کرنا سنت،
پتھروں میں 3 کا عدد مستحب ہے سنت مؤکدہ نہیں،
پس اگر 3 سے کم پتھر استعمال کرنے میں صفائی ہو جائے تو استنجاء
میں 3 پتھر استعمال کرنا مستحب ہے

گوبر اور ہڈی سے استنجاء کے بارے میں مذاہب اربعہ:-

الاحناف: علامہ علاؤ الدین حصکفی فرماتے ہیں: ہڈی، کھانے اور گوبر سے استنجاء کرنا مکروہ تحریمی ہے

المالکیہ: علامہ طرابلسی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: ہڈیوں اور تمام کھانوں سے استنجاء کرنا مکروہ ہے، گوبر اور تمام نجاستوں سے استنجاء کرنا مکروہ ہے اور مکروہ سے مراد مکروہ تحریمی ہے
مگر پاک ہڈی اور پاک گوبر سے استنجاء مکروہ تحریمی نہیں۔

الشوافع: ابو اسحاق ابراھیم شیرازی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:-
جو چیز پاک نہیں مثلاً گوبر یا نجس پتھر تو اس سے استنجاء کرنا جائز نہیں،
اور مطعومات جن کی عزت و حرمت ہے مثلاً روٹی اور ہڈی تو ان سے استنجاء کرنا جائز نہیں

الحنابلہ: موفق الدین عبداللہ بن احمد بن محمد بن قدامہ مقدسی حنبلی فرماتے ہیں:
گوبر اور ہڈیوں سے استنجاء کرنا جائز نہیں اور کثیر اہل علم کے نزدیک استنجاء کافی ہی نہیں ہوگا۔
یہی سفیان ثوری، امام شافعی اور امام اسحاق کا قول ہے۔

ممانعت کے باوجود اگر گوبر یا ہڈی سے استنجاء کر لیا تو استنجاء ہوگا یا نہیں:

احادیث طیبہ میں ہڈی اور گوبر سے استنجاء کرنے کی ممانعت وارد ہے۔
ان سے استنجاء کے ناجائز و گناہ ہونے پر ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے

شوافع و حنابلہ: ممانعت کے باوجود اگر کسی نے استنجاء کر لیا تو استنجاء نہیں ہوگا
مالکیہ اور احناف: چونکہ ان چیزوں سے استنجاء کرنے کی صورت میں بھی عین نجاست کا زوال ہو جاتا ہے، اگرچہ ان سے استنجاء مکروہ ہے لیکن ہو جائے گا

باب فی الاستنجاء بالحجرین
(دو پتھروں سے استنجاء کرنا)

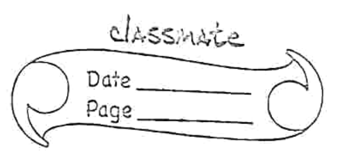
استنجاء کرتے ہوئے طاق عدد میں پتھر استعمال کرنا :-

احناف ومالکیہ : استنجاء کرتے ہوئے طاق عدد میں پتھر استعمال کرنا مطلقاً مستحب ہے
شوافع وحنابلہ : 3 پتھر یا 3 مسحے واجب ہے ، اور اس پر زیادتی میں طاق عدد مستحب ہے

- طاق عدد میں پتھر استعمال کرنا واجب نہیں بلکہ مندوب اور مستحب ہے

صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں :-
ڈھیلوں کی کوئی تعداد معین نہیں بلکہ جتنے سے صفائی ہو جائے ،
تو اگر ایک سے صفائی ہو گئی سنت (سنت) ادا ہو گئی ، اور اگر 3 ڈھیلے لئے
اور صفائی نہ ہوئی سنت ادا نہ ہوئی ،
البتہ مستحب یہ ہے کہ طاق ہوں اور کم سے کم 3 ہوں تو اگر 1
یا 2 سے صفائی ہو گئی تو 3 کی گنتی پوری کرے اور اگر 4 سے صفائی
ہو تو ایک اور لے کہ طاق ہو جائیں -(بہار شریعت حصہ دوم 1/411)

علامہ ابن عبد البر قرطبی مالکی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں :-
جتنے پتھروں سے صفائی ہو جائے امام مالک علیہ الرحمہ کے نزدیک اتنے
ہی کافی ہیں اور طاق عدد مستحب ،
اور صفائی ہو جائے تو ایک پتھر پر اقتصار کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے



باب کراہیۃ الاستنجاء به
(ان چیزوں کا بیان جن سے استنجاء مکروہ ہے)

کاغذ سے استنجاء

کاغذ سے استنجاء کرنا مکروہ و ممنوع ہے،
کاغذ کی تعظیم کا حکم ہے اگرچہ سادہ ہو اور لکھا ہوا ہو تو بدرجۂ اولی۔

در مختار میں ہے کہ کسی قابل احترام چیز کے ساتھ استنجاء کرنا مکروہ تحریمی ہے

کتابت کے کاغذ سے استنجاء مکروہ ہونے کی وجہ اس کا چکنا اور قیمتی ہونا ہے اور وہ محترم بھی ہے کیونکہ وہ کتابت علم کا آلہ ہے۔

جنات کا کھانا پینا

علامہ بدر الدین عینی حنفی لکھتے ہیں کہ جنوں کے کھانے پینے کے متعلق 3 قول ہیں کہ۔

① تمام کے تمام جن نہ تو کھاتے ہیں اور نہ پیتے ہیں، یہ قول ساقط ہے۔

② جنوں کی ایک قسم کھاتی پیتی ہے، اور ایک قسم نہ کھاتی ہے نہ پیتی ہے۔

- ابن وہب سے مروی ہے کہ خالص جن ہوا ہیں نہ کھاتے ہیں نہ پیتے ہیں اور نہ ہی ان سے توالد و تناسل ہوتا ہے۔
- سعالی، غیلان اور قطرب جنوں میں بعض ایسی قسمیں بھی ہیں جو کھاتی پیتی ہیں، ان سے توالد و تناسل بھی ہوتا ہے اور باہم نکاح بھی کرتے ہیں۔

③ تمام جنوں کا کھانا اور پینا احادیث کے ظاھر اور عموم سے ثابت ہے،

اس قول والوں کا اس بات میں اختلاف ہے، کہ وہ کیا کھائے پیتے ہیں؟

پس بعض کہتے ہیں کہ ان کا کھانا پینا، چبانا اور نگلنا نہیں ہے بلکہ کسی چیز کو صرف سونگھنا ہے، لیکن یہ ایسا قول ہے جس پر کوئی دلیل نہیں،

بعض کہتے ہیں کہ ان کا کھانا پینا ایسی چیز ہے جس کو چبایا اور نگلا جاتا ہے یہ وہ قول ہے جس پر احادیث صحیح شاہد ہیں۔

مراقی الفلاح میں ہے: السنة انقاء المحل لانه المقصود،
محل کو صاف کرنا سنت ہے کیونکہ یہی استنجاء کا مقصود ہے

Toilet paper سے استنجاء کرنا کیسا ہے؟

اس کا حکم کاغذ کی طرح نہیں ہے کہ جس سے استنجاء کرنے کو فقہاء نے مکروہ لکھا ہے، کیونکہ کاغذ آلۂ کتابت اور تعلیم و تعلم کا ذریعہ ہونے کی وجہ سے ایک قابل احترام چیز ہے اس لئے اس سے استنجاء مکروہ ہے،
اس کا حکم پرانے کپڑے کی طرح ہی ہے جس سے استنجاء کو علماء نے جائز لکھا ہے

کاغذ سے استنجاء مکروہ ہونے کی وجوہات بیان کرتے ہوئے علامہ شامی لکھتے ہیں: کتابت کے کاغذ سے استنجاء مکروہ ہونے کی وجہ اس کا چکنا اور قیمتی ہونا ہے اور وہ محترم بھی ہے کیونکہ وہ کتابت علم کا آلہ ہے

اس جزئیہ میں کاغذ سے استنجاء کی ممانعت کی 3 علتیں بیان فرمائیں:

1. چکنا ہونا
2. قیمتی ہونا
3. کتابت علم کی وجہ سے محترم ہونا

باب الاستنجاء بالماء

(پانی سے استنجاء کرنا)

ائمہ اربعہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ نجاست اگر مخرج سے تجاوز نہ کرے تو استنجاء میں پانی یا پتھر دونوں میں سے کسی ایک پر اکتفاء جائز ہے،

اور دونوں کو جمع کرنا افضل ہے

اور اگر کوئی شخص صرف پانی یا پتھر کسی ایک چیز سے استنجاء پر اقتصار کرنا چاہے تو پانی پر اقتصار افضل ہے

فتاوی قاضی خان ؒ پانی سے استنجاء کرنا افضل ہے جبکہ بغیر ستر ظاہر کئے ممکن ہو، اور اگر اسکے لئے ستر ظاہر کرنا پڑے تو پانی سے استنجاء نہ کرے،

فقہاء نے فرمایا ؒ جو استنجاء کے لئے لوگوں کے سامنے ستر کھولے وہ فاسق ہے

پانی سے استنجاء کرنے والا کتنی مرتبہ پانی ڈالے

امام برہان الدین مرغینانی حنفی فرماتے ہیں ؒ۔ استنجاء کرنے والا اس وقت تک پانی استعمال کرے جب تک کہ اسے پاک ہونے کا ظن غالب نہ ہوجائے، اور اسکی کوئی مقدار مقرر نہیں۔

ہاں اگر موسوس (جس کو وسوسے) آتے ہوں اسکے لئے 3 مرتبہ یا 7 مرتبہ پانی ڈالنے کی مقدار مقرر ہے۔

قضائے حاجت کے بعد پانی سے طہارت کب لازم ہے ؟

شوافع اور مالکیہ ؒ خاص مقام پر موجود نجاست کی طہارت کے لئے پانی ہی متعین ہے

احناف اور حنابلہ کے خاص مقام کی طہارت کے لئے پتھر ہی کافی ہیں۔

فتاوی رضویہ کہ اگر پیشاب روپے بھر سے زیادہ جگہ میں نہ پھیلا تھا تو صرف ڈھیلا طہارت کے لئے کافی ہے، نماز ہوگئی
اور اگر روپے بھر سے زائد جگہ میں پھیل گیا تو ڈھیلے سے طہارت نہیں ہو سکتی پانی سے دھونا فرض ہے

فتاوی رضویہ کہ حلیہ وغیرہ کی جانب مراجعت سے عبد ضعیف پر جو تحقیق ظاہر ہوئی وہ یہ ہے کہ شریعت نے مخرج پر موجود نجاست کے حق میں پتھروں کے مطہر ہونے کا اعتبار کیا ہے اور بقیہ بدن کی نجاست خلاف قیاس وارد ہے، کیونکہ بدن کے دیگر اعضا میں فقط پتھر کے مسح کر لینے سے طہارت نہیں ہوتی

باب ما جاء فی کراھۃ البول فی المغتسل

(غسل خانے میں پیشاب کرنے کی کراہیت)

غسل خانے کو مستحم کہنے کی وجہ

علامہ ابن اثیر علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: مستحم وہ جگہ ہے جہاں گرم پانی سے غسل کیا جاتا ہے، پھر لفظ استحام ہر قسم کے پانی سے نہانے کے لئے استعمال کیا جانے لگا۔

حدیث ← جو شخص پیشاب کرنے کی جگہ وضو کرے پھر اسے وسوسے آئیں تو وہ اپنے آپ ہی کو ملامت کرے۔

علامہ ابن اثیر فرماتے ہیں: اس سے ممانعت صرف اس صورت میں ہے جب غسل خانے میں پیشاب گزرنے کا کوئی راستہ نہ ہو، یا وہ جگہ سخت ہو کہ اس صورت میں اسے اس بات کا وہم ہوگا کہ اسے چھینٹا لگ گیا ہے اور اسے اس سے وسوسے آئیں گے۔

غسل خانہ اور وضو خانہ میں پیشاب کے بارے میں مذاہب اربعہ:

وضو خانہ و غسل خانہ میں پیشاب کرنا احناف و شوافع وغیرہ چاروں مذاہب فقہ میں مکروہ و ناپسندیدہ ہے۔

علامہ علی بن سلطان القاری فرماتے ہیں: اس کراہت کے بارے میں فرماتے ہیں "ازھار" میں ہے کہ یہ ممانعت تنزیہی ہے

باب ما جاء فی السواک
(مسواک کا بیان)

مسواک کرنے کی شرعی حیثیت

مسواک کے بارے میں علماء کے مختلف اقوال ہیں، ہمارے نزدیک
زیادہ راجح یہ ہے کہ مسواک کرنا سنت ہے۔
ہاں سنت موکدہ اس وقت ہے کہ جب منہ کی بو متغیر ہو جائے۔

ابن راہویہ ← مسواک واجب ہے اور جو شخص جان بوجھ کر
مسواک ترک کرے وہ نماز کا اعادہ کرے گا۔

امام شافعی ← مسواک وضو کی سنتوں میں سے ایک سنت ہے
امام مالک ← ہر حال میں مسواک کو مستحب قرار دیتے ہیں۔

تنقیح: بہرحال مسواک کی فرضیت تو ظاہر احادیث اسے باطل قرار دیتا ہے
جبکہ اسکا سنت یا مستحب ہونا زیادہ متقارب ہے، اور سنت
ہونا زیادہ قوی ہے۔

حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اگر بستی کے
لوگ سنت مسواک کے ترک پر اتفاق کریں تو ہم ان پر اس
طرح جہاد کریں گے جیسا مرتدوں پر کرتے ہیں، تاکہ لوگ آئ
سنت کے ترک پر جرأت نہ کریں

مسواک وضو کی سنت مؤکدہ ہے، ہاں سنت موکدہ اس وقت ہے
جبکہ منہ میں تغیر ہو۔

مسواک سنت وضو ہے یا سنت نماز

ہمارے نزدیک مسواک وضو کی سنتوں میں سے ہے
امام شافعی سے وضو نماز کی سنتوں میں سے ہے

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ مسواک ہمارے نزدیک سنت وضو ہے
اور امام شافعی کے نزدیک سنت نماز ہے،
ولهذا جو ایک وضو سے چند نماز یں پڑھے ہر نماز کے لئے مسواک
کرنا مطلوب نہیں، جب تک منہ میں کسی وجہ سے تغیر نہ آ گیا ہو
کہ اب دفع تغیر کے لئے مستقل سنت ہو گی۔
• ہاں بے وضو ہے مسواک کر لیا تو پیش از نماز کرے

مسواک کس وقت کی جائے ہے؟ وضو سے قبل یا کلی کرتے وقت ہے؟

اس بارے میں علمائے احناف میں اختلاف ہے کہ:
مبسوط وغیرہ معتبرات میں فرمایا کہ کلی کرتے وقت کی جائے۔

بدائع الصنائع وغیرہ میں فرمایا وضو سے قبل کی جائے،
• یہی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کا موقف مختار ہے

روشن بیانوں سے ثابت ہوا کہ مسواک وضو کی سنت داخلہ نہیں کہ
سنت بے مواظبت نہیں، اور وضو کرنے میں مسواک فرمانے پر مداومت
درکنار اصلاً ثبوت ہی نہیں اور سنت بعدیہ نہ کوئی مانتا ہے
نہ اس کا محل ہے کہ مسواک سے خون نکلے تو وضو بھی جائے۔ (فتاویٰ رضویہ)

بدائع و دیگر وحلیہ ہے کہ مسواک وضو کی سنت قبلیہ ہے یہاں سنت موکدہ
اسی وقت ہے جبکہ منہ میں تغیر ہو، اس تحقیق پر جبکہ مسواک وضو
کی سنت ہے مگر وضو میں نہیں بلکہ اس سے پہلے ہے تو جو پانی کے
مسواک میں صرف ہوگا اس حساب سے خارج ہے (فتاویٰ رضویہ)

کس لکڑی کی مسواک کی جائے

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بہترین مسواک زیتون کے مبارک درخت کی ہے، منہ کو خوشبودار کرتی ہے اور دانتوں کی زردی دور کرتی ہے اور یہی میری اور مجھ سے پہلے انبیا کی مسواک ہے۔

علامہ علاؤ الدین حصکفی حنفی لکھتے ہیں کہ تکلیف دہ چیز سے مسواک کرنا مکروہ ہے اور زہریلی لکڑی سے حرام ہے۔
اسکے تحت ابن عابدین شامی حنفی لکھتے ہیں کہ حلیہ میں فرمایا بعض علماء نے فرمایا ہے پھلدار یا پھولدار درخت کی شاخ سے مسواک کرنا مکروہ ہے۔

سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے پھولدار درخت سے مسواک کرنا منع فرمایا ہے اور فرمایا ـــــ یہ محل جزام یعنی برص کی رگ کو حرکت دیتا ہے۔

کب کب مسواک کرنا مستحب ہے ـــــ؟

علامہ کمال الدین ابن ہمام علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ

5 مواقع پر مسواک کرنا مستحب ہے،
1. جب دانت پیلے ہوجائیں۔
2. منہ کی بو متغیر ہوجائے
3. نیند سے اٹھنے کے بعد
4. نماز کے وقت.
5. وضو کے وقت
6. گھر میں داخل ہوتے وقت۔

مسواک کتنی بار کرنا سنت ہے

علامہ ابن عابدین شامی فرماتے ہیں وہ میں کہتا ہوں معراج میں فرمایا ہے کہ اس بارے میں کوئی مقدار مقرر نہیں ہے، بلکہ منہ کی بو دانتوں کا پیلا پن زائل ہونے پر اطمینان قلب ہونے تک مسواک کرے،
اور مستحب یہ ہے کہ 3 پانیوں سے 3 مرتبہ مسواک کی جائے،
اور ظاہر ہے کے تحصیل سنت کے لئے کوئی مقدار مقرر نہیں نیز سنت اطمینان قلب سے ہی حاصل ہوگی،
پس اگر 3 سے کم میں اطمینان قلب حاصل ہو جائے تو مستحب یہ ہے کہ 3 کا عدد پورا کیا جائے جیسا کے علماء نے استنجاء بالحجر کے تعلق سے فرمایا ہے۔

بالشت سے لمبی مسواک پر شیطان کے سواری کرنے کا مطلب

- مسواک ایک بالشت سے لمبی نہ ہو اس پر شیطان بیٹھتا ہے۔ (درمختار)

- اقول: شک نہیں کہ ظاہر حقیقت ہے جب تک کوئی صارف نہ ہو اور اس سے کوئی مانع نہیں اس لئے کے شیطان موجود ہے اور اسکا بیٹھنا ممکن ہے اور حقیقت حال خدا ہی خوب جانتا ہے (فتاوی رضویہ)

ایسی شی جس کی عادۃ اجازت ہے اور اس پر مالک مطلع ہوگا تو اصلا ناگوار نہ ہوگا، اسکے لینے میں حرج نہیں ورنہ حرام ہے
(فتاوی رضویہ 30/588)

احناف کا موقف یہ ہے کہ مسواک موجود نہ ہو تو انگلی اسکے قائم مقام ہے، اور اس صورت میں انگلی سے دانت صاف کرنے پر مسواک کی فضیلت حاصل ہو جائے گی،

اور اگر مسواک موجود ہو تو انگلی اسکے قائم مقام نہیں ہوگی۔
اور حنابلہ، مالکیہ اور شوافع سے دونوں طرح کے اقوال منقول ہیں۔

احناف کا موقف: بحر الرائق میں ہے ـــ مسواک نہ ہونے کے وقت یا دانت نہ ہونے کے وقت ثواب حاصل کرنے کے معاملے میں کھردرا کپڑا یا انگلی مسواک کے قائم مقام ہوگی مسواک کی موجودگی میں یہ چیزیں مسواک کے قائم مقام نہیں ہوں گی۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:
میں کہتا ہوں، ابو نعیم نے کتاب السواک میں حضرت عمر بن عوف مزنی رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ـــ کے جب مسواک نہ ہو تو مسواک کی جگہ انگلیاں کافی ہوں گی۔
اور اس تقیید پر ہمارے علماء کا اتفاق ہے

بحر میں مزید یہ ہے کہ انگلی تحصیل ثواب میں مسواک کے قائم مقام ہو جائے گی اور مسواک موجود ہو تو نہیں ہوگی۔

سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ـــ کے چیزیں مرسلین کی سنتوں میں سے ہیں ① حیا ② حلم ③ حجامت یعنی پچھنے لگوانا ④ مسواک کرنا ⑤ خوشبو لگانا

حضرت عائشہ روایت کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم رات اور دن میں جب بھی سو کر اٹھتے تو وضو سے پہلے مسواک ضرور فرماتے۔
• گھر میں داخل ہو کر سب سے پہلے مسواک فرماتے۔

باب ماجاء اذا استیقظ احدکم من منامه فلا یغمس یده فی الاناء حتی یغسلها

علامہ محمود العینی فرماتے ہیں :-
مذکور روایت سے مستفاد ہوتا ہے کہ اگر کسی نے 2 مرتبہ ہاتھ دھونے پر اکتفاء کیا تو یہ بھی جائز ہے
کیونکہ 3 مرتبہ ہاتھ دھونا مستحب ہے، (واجب نہیں)
ہم کہتے ہیں ــــ یہ اس صورت میں ہے جب ہاتھ پر نجاست لگنا مشکوک ہو، بہرحال جب نجاست کا یقین ہو تو جب تک ہاتھ پاک نہ ہو جائے اسے دھونا واجب ہے، چاہے 3 بار دھونے پاک ہو (زیادہ)

جمہور علمائے کرام نے فرمایا کہ یہ عمل مکروہ تنزیہی ہے تحریمی نہیں

حکم کو "مستیقظ" کے ساتھ مقید کرنے کی وجہ :-

حدیث پاک میں مذکور حکم مستیقظ اور غیر مستیقظ دونوں کو عام ہے، لیکن مستیقظ کے ساتھ اس لئے مقید کیا کہ اسکے ہاتھ میں نجاست لگنے کا احتمال غالب ہے

استنجاء سے قبل ہاتھ دھونے کے بارے میں مذاہب اربعہ :

شوافع : مستحب ہے
حنابلہ : واجب ہے
دونوں کے مذاہب میں ایک اور فرق ـــ
حنابلہ ــــ کے نزدیک یہ حکم رات کی نیند کے ساتھ خاص ہے،
اور شوافع ــــ کے یہاں دن اور رات کی نیند میں کوئی فرق نہیں،

امام مالک : اس بارے میں امام مالک سے 2 قول مروی ہیں ــــ ۱

45

① یہ عمل مطلقاً وضو کی سنتوں سے ہے۔ اگرچہ ہاتھوں کے پاک ہونے کا یقین ہو،
② یہ عمل اس شخص کے لئے مستحب ہے، جسے اپنے ہاتھوں کے پاک ہونے میں شک ہو

اضافہ: حدیث پاک میں جو یہ حکم سو کر اٹھنے والے کے ساتھ مقید ہے،
وہ قید اتفاقی ہے احترازی نہیں،
لہٰذا کوئی شخص سو کر اٹھے یا پہلے سے بیدار ہو پھر صورتِ
استنجاء سے قبل دونوں ہاتھوں کو 3، 3 بار دھونا سنت ہے
ہاں نجاست کا احتمال ہونے کی صورت میں سنت مؤکدہ ہو جائے گا

ماءِ مستعمل کی تعریف

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں: ماءِ مستعمل وہ قلیل پانی ہے جس نے یا تو
تطہیر نجاست حکمیہ سے کسی واجب کو ساقط کیا یعنی انسان کے
کسی پارۂ جسم کو مس کیا جس کی تطہیر وضو یا غسل سے بالفعل
لازم تھی یا ظاہر بدن پر اس کا استعمال خود کار ثواب تھا اور
استعمال کرنے والے نے اپنے بدن پر اسی امر ثواب کی نیت سے
استعمال کیا اور یوں اسقاط واجب تطہیر یا اقامت قربت
کر کے عضو سے جدا ہوا اگرچہ ہنوز کسی جگہ مستقر نہ ہو بلکہ روانی میں ہے،
اور بعض نے زوال حرکت و حصول استقرار کی بھی شرط لگائی،
(یہ بعونہ تعالیٰ دونوں مذہب پر حد جامع مانع ہے
کہ ان سطروں کے سوا کہیں نہ ملے گی) فتاویٰ رضویہ 2/34

ماءِ مستعمل کا حکم

شمس الائمہ سرخسی سے وضو کرنے یا بدن کا کوئی حصہ دھونے سے جو پانی مستعمل ہو گیا اس
سے وضو نہیں ہو سکتا۔
امام مالک سے اس پانی سے وضو ہو سکتا ہے،
حسن کی امام اعظم سے روایت ہے نجس ہے اور اس میں درہم سے زیادہ کی مقدار معاف نہیں۔

باب فی التسمیہ عند الوضوء

علامہ بدر محمود العینی فرماتے ہیں:-
اگر ہم اس حدیث کی صحت کو تسلیم کرلیں تو یہ حدیث فضیلت کی نفی پر محمول ہے

علامہ جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں:-
بزار نے فرمایا — یہ حدیث مؤول ہے اور اسکا معنی یہ ہے کہ جس نے بسم اللہ نہ پڑھی اسکے لئے وضو کی فضیلت نہیں،
یہ مطلب نہیں کہ جس نے بسم اللہ نہ پڑھی اسکا وضو ہی جائز نہیں،

ابن عربی علیہ الرحمہ نے کہا: ہمارے علماء نے فرمایا اس حدیث سے نیت مراد ہے کیونکہ ذکر نسیان کا متضاد ہے، اور جو دو چیزیں باہم متضاد ہوں انکا تعلق ایک ہی محل سے ہوتا ہے،
اور نسیان محل جب دل ہے تو ذکر کا محل بھی دل ہی ہوگا اور دل کا ذکر کرنا نیت ہی ہے۔

وضو سے پہلے بسم اللہ پڑھنے میں مذاہب اربعہ:

حنابلہ: وضو سے قبل بسم اللہ پڑھنا واجب ہے
مالکیہ: مشہور قول کے مطابق مستحب ہے
احناف و شوافع: سنت ہے

تسمیہ استنجاء سے پہلے پڑھے یا وضو سے پہلے

علامہ علاؤ الدین حصکفی / علامہ شامی / مفتی امجد علی اعظمی فرماتے ہیں:
بسم اللہ سے وضو شروع کرے اور اگر وضو سے پہلے استنجاء کرے تو قبل استنجے کے بھی بسم اللہ کہے، مگر پاخانہ میں جانے اور بدن کھولنے سے پہلے کہے، کہ نجاست کی جگہ اور بعد ستر کھولنے کے زبان سے ذکر الہی منع

باب ما جاء فی المضمضۃ والاستنشاق

ناک کی ہوا کے ذریعہ پانی کو اندر کرنا استنشاق کہلاتا ہے،
اور استنشاق سے حاصل ہونے والے پانی کو باہر نکالنا استنثار
کہلاتا ہے، لہٰذا استنثار استنشاق کے بعد ہی ہوتا ہے،

اکثر علماء نے اس حدیث کو ندب (استحباب) پر محمول کیا، اور بعض
علماء نے ظاہر حدیث پر نظر کرتے ہوئے استنثار کو واجب قرار دیا

کلی کرنے اور ناک میں پانی چڑھانے کو وضو کے فرائض پر مقدم کرنے کی حکمت :

علامہ ابن عابدین شامی لکھتے ہیں :-
کلی کرنے اور ناک میں پانی چڑھانے کو وضو کے فرائض پر مقدم
کرنے میں حکمت یہ ہے کہ پانی کے تمام اوصاف سے واقفیت ہو جائے
کیونکہ پانی کے اوصاف رنگ، بو، اور ذائقہ ہیں۔
پس رنگ تو دیکھنے سے معلوم ہو گیا
اور ذائقہ و بو کلی کرنے سے اور ناک میں پانی چڑھانے سے معلوم ہو جائیں گے۔

وضو و غسل میں کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کے متعلق مذاہب اربعہ :-

شوافع و مالکیہ : دونوں عمل وضو و غسل دونوں میں سنت ہیں
حنابلہ : کے مشہور قول کے مطابق یہ دونوں عمل وضو و غسل دونوں میں واجب ہیں
احناف : یہ دونوں عمل وضو میں سنت موکدہ
اور غسل میں فرض ہے

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں :
مضمضہ ← سارے دہن کا مع اس کے ہر گوشے پرزے کنج کے حلق کی حد تک دھلنا،
استنشاق ← ناک کے دونوں نتھنوں میں جہاں تک نرم جگہ ہے یعنی سخت ہڈی کے شروع تک دھلنا،

باب فی تخلیل اللحیۃ

خلال کا معنی : داڑھی کے بالوں کے مابین موجود کشادگی میں ہاتھ داخل کرنا خلال ہے۔

وضو میں گھنی داڑھی کا خلال کرنے سے متعلق مذاھب اربعہ :

ائمہ احناف میں سے طرفین کا قول : اسے مستحب قرار دیتے ہیں
امام ابو یوسف : سنت ہے، اور یہی راجح ہے۔
مالکیہ : کراہت، استحباب اور وجوب تینوں قول ہیں
شوافع : انکی اکثر کتب میں اسکا سنت ہونا ہی مصرح ہے
علامہ شرف نووی نے استحباب کا قول کیا ہے،

احناف کا موقف ← علامہ شامی لکھتے ہیں،
امام ابو یوسف : داڑھی کا خلال کرنا سنت ہے
طرفین : افضل اور مستحب کہتے ہیں

• مبسوط میں امام ابو یوسف کے قول کو راجح قرار دیا

مفتی امجد علی اعظمی فرماتے ہیں : داڑھی کے بال اگر گھنے نہ ہوں تو جلد کا دھونا فرض ہے، اور اگر گھنے ہوں تو گلے کی طرف دبانے سے جس قدر چہرے کے گردے میں آئیں انکا دھونا فرض ہے اور جڑوں کا دھونا فرض نہیں،
اور جو حلقے سے نیچے ہوں انکا دھونا ضروری نہیں، اور اگر کچھ حصے میں گھنے ہوں اور کچھ چھدرے، تو جہاں ~~چھدرے~~ (گھنے) ہوں وہاں بال اور جہاں چھدرے ہوں وہاں جلد کا دھونا فرض ہے
مزید فرماتے ہیں : رخسار اور کان کے بیچ میں جو جگہ ہے جسے کنپٹی کہتے ہیں انکا دھونا فرض ہے، ہاں اس حصہ میں جتنی جگہ داڑھی کے گھنے بال ہوں وہاں بالوں کا اور جہاں بال نہ ہوں وہاں جلد کا دھونا فرض ہے

باب ما جاء فی مسح الراس انہ یبدء بمقدم الراس الی موخرہ
(سر کا مسح آگے سے پیچھے کی طرف کیا جائے)

کیفیت مسح میں مذاھب اربعہ:-

علامہ شامی فرماتے ہیں — علامہ زیلعی نے کہا کہ فقہاء نے مسح کی کیفیت میں کلام کیا ہے، اور زیادہ ظاہر یہ ہے کہ وضو کرنے والا اپنی ہتھیلیوں اور انگلیوں کو اپنے سر کے اگلے حصے پر رکھے اور سارے سر کو گھیرتے ہوئے گردن کی طرف لے جائے، پھر اپنی انگلیوں سے کانوں کا مسح کرے۔

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: سر، دونوں کانوں، اور گردن کے مسح پر مشتمل اس طریقہ کو علماء نے مستحسن قرار دیا ہے۔ حلیہ میں فرمایا: اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ منقول وہ طریقہ جس امر مستحسن پر مشتمل ہے یعنی یہ کہ اپنے کانوں کے ظاھری حصہ کا انگوٹھوں اور کانوں کے اندرونی حصہ کا شہادت کی انگلیوں کے پیٹ سے مسح کرنا تو یہی ان دونوں کے مسح میں مسنون ہے

ہمارے نزدیک سر کے مسح میں تکرار نہیں بلکہ سر کا مسح ایک ہی بار مسنون ہے۔

سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے سر کا مسح 2 بار کیا تو اس کی مختلف توجیہات ہیں:

① راوی نے اقبال و ادبار دونوں کو جدا جدا شمار کرتے ہوئے (مسح براسہ مرتین) سے تعبیر کیا۔
یعنی استیعاب کرنے کے لئے ایک بار ہاتھ آگے سے پیچھے کی جانب لائے اور دوسری بار پیچھے سے آگے کی طرف لائے، تو درحقیقت مسح ایک ہی بار ہوا،
② ایک بار ہاتھوں کو تر کیا پھر اسی تری سے دوبار مسح کیا اور یہ ہمارے نزدیک بھی مسنون ہے۔

سر کا مسح ایک بار کیا جائے گا:

علامہ علاؤ الدین حصکفی فرماتے ہیں:-
پورے سر کا ایک مرتبہ مسح کرنا سنت ہے، لھذا اگر اسے چھوڑنے
کی عادت بنالی تو گناہ گار ہوگا۔

فتح میں ہے: حسن نے امام اعظم سے مجرد میں روایت کیا ہے،
جب وضو کرنے والا ایک پانی کے ساتھ 3 مرتبہ وضو کرے گا
تو وہ مسنون ہوگا۔

وضو کرنے والا سر کے لئے نیا پانی لے گا:-

بہار شریعت میں ہے: مسح کرنے کے لئے ہاتھ تر ہونا چاہئے، خواہ
ہاتھ میں تری اعضاء کے دھونے کے بعد رہ گئی ہو یا نئے پانی سے
ہاتھ تر کر لیا ہو،
کسی عضو کے مسح کے بعد جو ہاتھ میں تری باقی رہ جائے گی وہ دوسرے
عضو کے مسح کے لئے کافی نہ ہوگی۔ (حصہ 2/291)

کانوں کا مسح کرنا باہر اور اندر سے:

علامہ علاؤ الدین حصکفی فرماتے ہیں:-
اور سنت ہے کہ اپنے کانوں کا مسح کرے سر کے مسح کے ساتھ ہی
اگرچہ سر کے پانی کے ساتھ ہو۔

علامہ شامی مذکورہ عبارت کے تحت فرماتے ہیں:-
یعنی کانوں کے اندرونی حصہ کا شہادت کی انگلیوں کے پیٹ کے ساتھ
اور انکے بیرونی حصہ کا انگوٹھوں کے پیٹ کے ساتھ مسح کرے

کان بھی سر کا حصہ ہیں :-

کانوں کے مسح کے لئے نیا پانی لینا ← امام شافعی کے برخلاف ہمارے نزدیک کانوں کا مسح سر کے پانی کے ساتھ سنت ہے،
کیونکہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،
(الاذنان من الراس) کان سر ہی کا حصہ ہیں،

بیان و
اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد حکم شرعی بیان کرنا ہے نہ کہ خلقت و

اضافہ : کانوں کے ظاہری اور باطنی حصوں کا سر والے پانی سے مسح کرنے
شوافع : سنت یہ ہے کہ ہر عضو کے لئے نیا پانی لے،
کیونکہ یہ دونوں منفرد اعضا ہیں اور یہ حقیقی و حکمی
دونوں طرح سر کا حصہ نہیں،

کانوں پر مسح کرنا سر پر مسح کرنے کا نائب نہیں ہو سکتا کیونکہ سر کا مسح قطعی دلیل سے ثابت ہے اور کان سر کا حصہ ہیں یہ خبر واحد سے ثابت ہیں،
اور یہ عمل کو ثابت کرتی ہے نہ کہ علم کو

کانوں کے سوراخ کا مسح کرنا :-
وضو کے آداب میں سے یہ بھی ہے کہ کانوں کا مسح کرتے وقت ہاتھوں کی تر چھنگلیوں کو کانوں کے سوراخوں میں داخل کرے

انگلیوں کا خلال کرنا :-

انگلیوں کا خلال کرنا سنت ہے، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی وجہ سے (خَلِّلُوا اصابعکم حتی لا یتخللھا نار جھنم)

خلال کا سنت ہونا پانی کے انگلیوں کے درمیان داخل ہونے کے بعد ہے،
اگر انگلیاں ملی ہوئی ہوں تو خلال فرض ہے

ایڑیوں کے لئے آگ سے ھلاکت:-

علامہ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:-
اکثر اھل لغت اس بات پر ہیں کہ ویل کا معنی عذاب ہے
اور ویح کا معنی رحمت۔

پاؤں کے دھونے کا حکم ہے نہ کہ مسح کا

اھل سنت کے تمام ائمہ کا اجماع ہے کہ پاؤں دھونے کا حکم ہے،
سوا فضی اور شیعہ پاؤں پر مسح کرنے کو واجب کہتے ہیں

جس عضو کا جتنا دھونا فرض ہے اسکے ذرے ذرے پر ایک بار
پانی تقاطر کے ساتھ اگرچہ خفیف، بہہ جانا ہر یہ ضروریات میں سے
ہے اسکے طہارت نا ممکن ہے اور تثلیث مرتبہ حاجت میں ہے

اسراف و تقتیر دونوں مکروہ ہیں

غسل اور وضو میں طہارت کے لئے پانی کی کوئی مقدار معین نہیں ہے

وضو کے بعد رومال استعمال کرنا:

امام قاضی خان حنفی فرماتے ہیں: وضو و غسل کرنے والے کے لئے
رومال سے بدن پونچھنے میں حرج نہیں

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں: بالجملہ تحقیق مسئلہ وہی ہے کہ کراہت
اصلاً نہیں، ہاں حاجت نہ ہو تو عادت نہ ڈالے اور پونچھے بھی تو
حتی الوسع نم باقی رکھنا افضل ہے (328/1ج)

ایک مُد پانی سے وضو :-

صاع اور مد کی مقدار میں مذاہب ائمہ

امام اعظم ← 1 مد 2 رطل کا ہے
ائمہ ثلاثہ و امام ابو یوسف ← ایک رطل اور ایک تہائی رطل ہے
اور ایک صاع بالاتفاق 4 مد کا ہے،
تو اس لحاظ سے امام اعظم کے نزدیک ایک صاع 8 رطل کا ہوگا
اور ائمہ ثلاثہ و امام ابو یوسف کے نزدیک،

ملا علی قاری فرماتے ہیں ← امام اعظم کے نزدیک مد 2 رطل
اور صاع 8 رطل کا ہوتا ہے، اس بارے میں نسائی کی روایات کی وجہ سے،

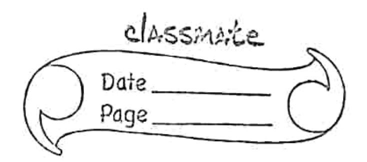
علامہ نووی ← صاع 4 مد کا ہوتا ہے اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے
اور صحیح یہ ہے کہ یہاں پر صاع سے مراد 5 رطل اور ثلث ہے

وضو میں پانی کی مقدار :- اس میں دو قسم کی روایات ہیں۔
(1) ایک مد (2) دو تہائی مد (3) ایک تہائی مد

غسل میں پانی کی مقدار :- اس میں بھی دو قسم کی مقدار ہیں۔
(1) تقریباً ڈیڑھ مد (2) ایک صاع یعنی 4 مد (3) پانچ مد،

اعلی حضرت فرماتے ہیں ← صاع اور مد باعتبار وزن مراد نہیں ہے بلکہ
باعتبار کیف،

ملا علی قاری فرماتے ہیں : اس بات پر اجماع ہے کہ وضو اور غسل میں
پانی کی کوئی مقدار معین نہیں ہے، لیکن سنت یہ ہے کہ وضو کا
پانی ایک مد سے کم نہ ہو، اور غسل کا پانی ایک صاع کے لگ بھگ ہو



ہر نماز کے لئے وضو:-

ایک وضو سے زیادہ نمازیں پڑھنے کے بارے میں مذاہب

ائمہ اربعہ کا اجماع ہے کہ ایک وضو سے ایک سے زیادہ نماز یں پڑھ سکتے ہیں، ہر نماز کے لئے نیا وضو بنانے کی حاجت نہیں۔
اصحاب الظواہر ← ہر نماز کے لئے نیا وضو کرنا ضروری ہے۔

• فتح مکہ یا غزوہ خندق کے موقع پر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک وضو سے پانچ نمازیں ادا فرمائیں۔

سراج میں ہے کہ ایک ~~وضو~~ مجلس میں تجدید وضو مکروہ ہے
شرح منیۃ الکبیر ← پہلے وضو سے عبادت مقصودہ ادا کئے بغیر تجدید وضو مستحب نہیں۔

• میاں بیوی کا ایک برتن میں غسل کرنا بالاتفاق جائز ہے

علامہ نووی علیہ الرحمہ ← علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ مرد اور عورت کا اکٹھے ایک برتن میں وضو و غسل کرنا جائز ہے

عورت کی طہارت کے بچے ہوئے پانی سے وضو کرنا:-

حنابلہ کا ظاہر مذہب: عورت کے وضو سے بچے ہوئے پانی سے وضو کرنا ناجائز ہے
مالکیہ و شوافع: جائز ہے
احناف کا راجح قول: مکروہ تنزیہی ہے اور ایک قول مکروہ تحریمی کا بھی ہے

مرد کی طہارت سے بچے ہوئے پانی سے وضو کرنا بالاتفاق جائز ہے

درمختار: لذت حاصل کرنے کے لئے مرد کا عورت کا جھوٹا پانی پینا مکروہ ہے جیسا کے عورت کو مرد کا جھوٹا پانی پینا مکروہ ہے

کتاب الصلاۃ

صلاۃ کا لغوی، اصطلاحی معنی اور وجہ تسمیہ

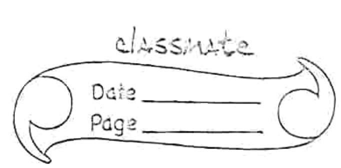
علامہ مبارک ابن کثیر فرماتے ہیں: صلوۃ مخصوص عبادت کا نام ہے اور صلاۃ کا لغوی معنی دعا ہے، اور نماز کو اسکے ایک جز یعنی دعا کے نام سے موسوم کیا گیا ہے،
ایک قول یہ ہے کہ اس کا لغوی معنی 'تعظیم' ہے اور مخصوص عبادت کو صلوۃ اس لئے کہا گیا کہ اس میں رب کی تعظیم ہے۔

شریعت میں مخصوص افعال کا نام 'صلوۃ' ہے لھذا اگر شریعت میں صلوۃ کا حکم آئے یا ایسا حکم آئے کہ جس پر صلوۃ کی تعلیق کی گئی ہو تو اس سے مراد شرعی صلوۃ ہوگی،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارکہ سے آج تک پوری امت کا نماز کی فرضیت پر اجماع ہے،
اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے، لھذا نماز کی مشروعیت کا منکر بالاتفاق کافر ہے

نماز کے منکر اور تارک کا حکم

نماز کا منکر کافر ہے کیونکہ اس کی مشروعیت دلیل قطعی سے ثابت ہے، اور قصداً سستی کی وجہ سے نماز ترک کرنے والا فاسق ہے۔
(اسے قید کیا جائے گا یہاں تک کے نماز پڑھنے لگے)
کیونکہ جب کسی کو حق العبد کی وجہ سے قید کیا جا سکتا ہے تو حق اللہ کی وجہ سے بدرجۂ اولیٰ قید کیا جائے گا۔



فتاویٰ شامی میں ہے کہ۔

امام شافعی، امام مالک اور امام احمد کے نزدیک کہ بے نمازی کو قتل کیا جائے گا،
امام احمد سے ایک روایت اور ہے جو آپکے اکثر تلامذہ کے نزدیک مختار ہے ـــــ بے نمازی کو بطور کفر کے قتل کیا جائے گا۔

نماز پنجگانہ اس امت کا خاصہ ہے

نماز پنجگانہ اللہ تعالیٰ کی وہ نعمت عظمیٰ ہے کہ اس نے اپنے کرم عظیم سے خاص ہم کو عطا فرمائی ہم سے پہلے کسی امت کو نہ ملی، بنی اسرائیل پر 2 ہی وقت کی فرض تھی وہ بھی صرف 4 رکعتیں دو صبح اور دو شام وہ بھی ان سے نہ نبھو سکیں،

• مواہب شریف بیان خصائص امت مرحومہ میں لکھا ہے کہ:
اور ان خصوصیات میں سے 5 نمازوں کا مجموعہ بھی ہے کیونکہ امت مسلمہ کے علاوہ کسی اور امت کے لئے 5 نمازیں جمع نہیں کی گئیں،

• اشعۃ اللمعات میں ہے کہ اوقات کا مجموعہ اس امت کی خصوصیت ہے۔

حدیث مبارکہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے " اتقوا اللہ ربکم و صلوا خمسکم

امام قاضی ناصر الدین بیضاوی شرح مصابیح میں فرماتے ہیں کہ پہلے رسول عشا کی نماز اضافی طور پر پڑھتے تھے مگر ان کی امتوں پر فرض نہیں تھی، جس طرح تہجد کی نماز ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر واجب تھی مگر ہم پر واجب نہیں

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ

بالجملہ اس قدر بلا شبہ ثابت کہ نمازِ عشاء ہم سے پہلے کسی امت نے نہ پڑھی نہ کسی کو پانچوں نمازیں ملیں، اور انبیائے سابقین کے بارے میں ظاہر راجح یہی ہے کہ عشاء ان میں بھی بعض نے پڑھی،

حقیقۃً تمام انبیائے کرام ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہیں انہیں نبوت دی ہی اس وقت سے جب انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی بنا لیا،

اجتماع تو ہمارے سوا کسی امت کو نہ ملا،

پانچوں نمازوں کا مجموعہ اجتماع انبیاء میں بھی صرف ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہے،

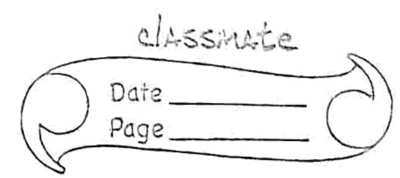
- ہمارا دلیل نہ پانا دلیل نہ ہونے پر دلیل نہیں۔

- ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فضل ظاہر ہے کہ انکی امت کو وہ ملا جو صرف انبیاء کو ملا کرتا تھا،

(فتاوی رضویہ ملخصا ج 2 ص 66 تا 73)

معراج سے پہلے کتنی نمازیں فرض تھیں کہ

ایک قول یہ ہے کہ معراج سے پہلے 2 نمازیں فرض تھیں ایک طلوع آفتاب سے پہلے اور دوسری غروب آفتاب سے پہلے،
ایک قول ہے کہ صرف ایک رات کی نماز فرض تھی ـــ یہی قول اصح ہے



علامہ نووی نے کہا ہے۔ سب سے پہلے ڈر سنانا اور توحید کی طرف
بلانا فرض تھا، پھر اللہ نے قیام لیل فرض کر دیا

پیش از معراج 2 رکعتیں تھیں اور اسی طرح تھیں جیسی اب ہیں
مگر بعض علماء فرماتے ہیں معراج سے پہلے رکوع اصلاً نہ تھا
نہ اس شریعت میں نہ اگلی شرائع میں ہمارے نبی صلی
اللہ علیہ وسلم اور انکی امت مرحومہ کے خصائص سے ہے کہ
بعد اسرا عطا ہوا بلکہ معراج مبارک کی صبح کو جو پہلی
نماز ظہر پڑھی گئی اس تک رکوع نہ تھا اسکے بعد عصر میں اس
کا حکم آیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم و صحابہ نے ادا فرمایا۔
(فتاوی رضویہ ج 2 ص 8 تا 91)

باب ما جاء فی مواقیت الصلاۃ عن النبی (صلی اللہ علیہ وسلم)
(اوقات نماز کے بارے میں)

اوقات کا لغوی و اصطلاحی معنی :-

علامہ ابوالعباس احمد بن محمد فیومی لکھتے ہیں :-
وقت زمانہ کی اس مقدار کا نام ہے جو کسی بھی چیز کے لئے مقرر کی گئی ہو۔
علامہ قرافی مالکی فرماتے ہیں : اوقات التوقیت سے ماخوذ ہے جس کا معنی حد بندی کرنا ہے،
زمانہ کو وقت کہا جائے گا جب اسکی حد بندی کسی معین فعل کے ساتھ کر دی جائے، لھذا ہر زمانہ وقت ہے لیکن ہر وقت زمانہ نہیں،

اہلسنت کے نزدیک کسی حادث کا کسی حادث کے ساتھ ملنے کا نام زمانہ ہے

موسوعہ فقہیہ میں ہے : اوقات نماز، وہ اوقات ہیں جن کو شارع صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کی ادائیگی کے لئے مقرر کیا ہے۔

مسلمانوں کا اس پر اتفاق ہے کہ نمازوں کے کچھ اوقات ہیں، جو نماز کی صحت کے لئے شرط ہیں، اور ان میں سے بعض اوقات مستحب ہیں اور بعض اوقات جواز،
البتہ اوقات مستحبہ اور اوقات جواز کی حدوں کے بارے میں اختلاف ہے

فجر کے وقت میں مذاھب ائمہ

احناف کا موقف : علامہ عبداللہ بن محمود حنفی فرماتے ہیں :-

(فجر کا وقت صبح صادق سے طلوع آفتاب تک ہے) اور فجر 2 ہیں ۔۔۔،

① فجر کاذب : وہ روشنی جو آسمان کے بیچ میں لمبائی میں ظاہر ہوتی ہے پھر اسکے بعد تاریکی آجاتی ہے۔
اسکی وجہ سے نہ عشا کا وقت ختم ہوتا ہے اور نہ روزہ دار پر کھانا حرام ہوتا ہے

② صبح صادق : وہ سفیدی جو آسمان کے کناروں میں پھیل جائے،
اسکے سبب سحری کھانا حرام ہوجاتا ہے اور فجر کا وقت بھی شروع ہوجاتا ہے

حدیث مبارکہ : حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا : تمہیں بلال کی اذان اور دراز سفیدی سے دھوکا نہ ہو جائے (البتہ آسمان کے کناروں پر پھیلنے والی روشنی (صبح صادق)
(الاختیار لتعلیل المختار، ج 1 ص 38)

ظہر کے وقت میں مذاہب ائمہ

احناف کا موقف : علامہ عبداللہ بن محمود موصلی حنفی فرماتے ہیں :-
ظہر کا وقت سورج کے ڈھلنے سے شروع ہوتا ہے، یہاں تک کہ سایہ، اصلی سایہ کے علاوہ اس کی مثل ہو جائے، ← (امام اعظم)

• اول وقت میں کوئی اختلاف نہیں ہے اختلاف آخری وقت کے بارے میں ہے

صاحبین سے جب سایہ ایک مثل ہو جائے (تو ظہر کا وقت ختم ہوجائے گا)
یہ حسن بن زیاد کی روایت ہے امام اعظم سے،

اور المنتقی میں اسد کی امام اعظم سے روایت ذکر کی کہ جب ہر چیز کا سایہ اسکی ایک مثل ہوجائے تو ظہر کا وقت ختم ہوجائے گا، اور عصر کا وقت شروع نہیں ہوگا یہاں تک کے سایہ اسکی دو مثل ہو جائے، اس روایت کے مطابق انکے مابین مہمل وقت ہو جائے گا،

عصر کے وقت میں مذاہب ائمہ

احناف کا موقف: علامہ عبداللہ بن محمود موصلی حنفی لکھتے ہیں:
جب نماز ظہر کا وقت علی الاختلاف ختم ہو جائے تو نماز
عصر کا وقت شروع ہو جائے گا اور اس کا آخری وقت
سورج غروب ہونے تک ہے،

دلیل: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان عالیشان ہے: جس شخص
کی نماز عصر قضا ہو جائے یہاں تک کہ سورج غروب ہو جائے
تو گویا اسکے گھر والے اور اسکا مال ہلاک ہو گئے،
اس حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آفتاب
کے غروب ہونے پر نماز عصر کو قضا قرار دیا یہ اس بات
کی دلیل ہے کہ غروب آفتاب عصر کا آخری وقت ہے

مغرب کے وقت میں مذاہب ائمہ

احناف کا موقف: - علامہ عبداللہ بن محمود موصلی حنفی لکھتے ہیں:-
(جب آفتاب غائب ہو جائے تو مغرب کا وقت شروع ہو جائے گا)

دلیل ← نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مغرب کے
وقت کی ابتدا سورج کے غائب ہونے کے وقت ہے،
اور اس میں کسی کا اختلاف نہیں

اور اس کا آخری وقت اس وقت تک ہے جب تک شفق غائب
نہ ہو جائے،
اس کی دلیل حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا،
مغرب کا وقت شفق غائب ہونے تک ہے۔
اور 'شفق' وہ سفیدی ہے جو سرخی کے بعد باقی رہتی ہے۔
صاحبین نے فرمایا وہ سرخی شفق ہے

شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی فرماتے ہیں :-
ہمارے نزدیک مغرب کا وقت غروب آفتاب سے شفق غائب ہونے تک ہے

عشاء کے وقت میں مذاہب ائمہ

احناف کا موقف : علامہ عبداللہ بن محمود موصلی حنفی لکھتے ہیں :-
(مغرب کا وقت ختم ہوتے ہی عشا کا وقت شروع ہو جائے گا) بالاتفاق
اور عشاء کا آخری وقت — فجر کے طلوع ہونے تک ہے۔

دلیل — حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے : عشا کا وقت باقی رہتا ہے جب تک فجر صبح صادق طلوع نہ ہو جائے۔

وتر کے وقت میں مذاہب ائمہ

علامہ عبداللہ موصلی حنفی فرماتے ہیں : عشا اور وتر کا وقت ایک ہی ہے، مگر عشا کو وتر سے پہلے پڑھنے کا حکم ہے۔

صاحبین — وتر کا وقت عشاء کے بعد شروع ہوتا ہے اور آخری وقت طلوع فجر تک ہے۔
یہ اختلاف اسکی صفت کے مختلف ہونے پر مبنی ہے

چنانچہ امام اعظم کے نزدیک : وتر واجب ہے۔
اور جب کوئی وقت دو ایسی نمازوں کو جامع ہو تو وہ دونوں نمازوں کا وقت ہوتا ہے۔ اگرچہ ان میں ایک کی تقدیم کا حکم ہو۔ جیسا کہ وقتی نماز اور فوت شدہ نماز (میں سے وقتی کو پہلے پڑھنے کا حکم ہے)

ائمہ ثلاثہ و صاحبین — وتر سنت ہے۔
تو اس کا وقت بھی بقیہ سنتوں کی طرح فرض کے بعد شروع ہوگا

باب ماجاء فی التغلیس بالفجر
(صبح کی نماز اندھیرے میں پڑھنا)

باب ماجاء فی الاسفار بالفجر
(صبح کی نماز اجالے میں پڑھنا)

فجر کے مستحب وقت میں مذاہب ائمہ :-

احناف کا موقف : فتاوی ہندیہ میں ہے کہ نماز فجر میں تاخیر مستحب ہے
البتہ اتنی تاخیر نہ ہونے پائے کہ سورج کے طلوع ہونے
کا شک ہونے لگے، بلکہ اتنا اجالا ہونے دے کہ اگر نماز کے
فاسد ہونے کا پتہ چلے تو قرات مسنونہ کے ساتھ اسی وقت میں
لوٹا سکے،
البتہ حاجی کے لئے مزدلفہ میں تغلیس افضل ہے

در مختار : فجر کے لئے مستحب یہ ہے کہ شروع بھی اجالے میں کرے
اور ختم بھی اجالے میں کرے، (یہی مختار ہے)
اس طرح کہ اس میں (40 تا 60 آیتیں) ترتیل سے پڑھے
اور پھر میں اگر فاسد ہونے کا پتہ چلے تو وضو کر کے لوٹا سکے،

امام اعظم، انکے تلامذہ، امام ثوری، اور اکثر عراقی علماء :-
ان کا مذہب یہ ہے کہ فجر کی نماز اجالے میں پڑھنا افضل ہے

امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل :-
نماز فجر اندھیرے میں پڑھنا افضل ہے

احناف کی دلیل : حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ
نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان عالیشان ہے
فجر کی نماز روشنی میں پڑھو کیونکہ اس کا ثواب زیادہ ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:
اور ہمارے علماء کے نزدیک مردوں کو دوامًا ہر زمان اور
ہر مکان میں اسفارِ فجر یعنی جب صبح خوب روشن ہو جائے
نماز پڑھنا سنت ہے،
سوا یوم النحر کے حجاج کو اس روز مزدلفہ میں تغلیس چاہئے،

اور اول وقت نماز کی افضلیت اگر مطلقاً تسلیم کر بھی لی جائے
تاہم دفعِ مفاسد جلبِ مصالح سے اہم و اقدم ہے،
آخر نہ دیکھا کہ تطویل قرائت پر عتاب ہوا حالانکہ قرآن
جس قدر بھی پڑھا جائے احسن و افضل ہی ہے
مع ھذا نماز فجر کے بعد تا اشراق ذکرِ الٰہی میں بیٹھا رہنا مستحب ہے
اور یہ امر اسفار میں آسان اور تغلیس میں دشوار ہے

اب رہا یہ کہ حد اسفار کیا ہے ؟
نہایہ و سراج وہاج سے ثابت کہ وقت فجر کے 2 حصے کئے جائیں
حصہ اول تغلیس اور آخر میں اسفار ہے

امام قاضی و حلوانی وغیرہ ہمارے مشائخ فرماتے ہیں:
کہ ایسے وقت شروع کرے کہ نماز بقرأت مسنونہ ترتیل و اطمینان
کے ساتھ پڑھے، بعدہ نسیان حدث پر متنبہ ہو تو وضو کرکے پھر
اسی طرح پڑھ سکے اور ہنوز آفتاب طلوع نہ کرے،

بعض کہتے ہیں کہ نہایت تاخیر چاہئے کہ فساد موہوم ہے اور
اسفار مستحب،
مستحب کو موہوم کے لئے نہ چھوڑیں گے،
مگر ایسے وقت تک تاخیر کہ طلوع کا اندیشہ ہوئے بالاجماع مکروہ ہے
(فتاوی رضویہ ج 5 ص 334 تا 337)

باب ما جاء فی التعجیل بالظہر
(ظہر کی نماز جلدی پڑھنا)

باب ما جاء فی تاخیر الظہر فی شدۃ الحر
(سخت گرمی میں ظہر کی نماز تاخیر سے ادا کرنا)

ظہر کے مستحب وقت میں مذاہب ائمہ:

احناف

شمس الائمہ سرخسی فرماتے ہیں: افضل یہ ہے کہ گرمیوں میں ظہر کی نماز کو موخر کرے اور اسے ٹھنڈے وقت میں ادا کرے، اور سردیوں میں سورج ڈھلنے کے فورا بعد ادا کرے

شوافع: اگر تنہا نماز پڑھنے کا ارادہ ہو تو زوال کے بعد جس وقت چاہے ادا کرے اور باجماعت ادا کرے تو ھو (؟) تاخیر کرے۔

ہماری دلیل: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "ظہر کو ٹھنڈے وقت میں پڑھو کیونکہ گرمی کی شدت جہنم کی سانس سے ہے"

شوافع کی دلیل: حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے خیموں میں گرمی کی زیادتی کی شکایت کی لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری شکایت کو شرف قبولیت نہیں بخشا!

باب ماجاء فی تعجیل العصر
(عصر کی نماز جلدی پڑھنا)

باب ماجاء فی تاخیر صلاۃ العصر
(عصر کی نماز میں تاخیر کرنا)

عصر کے مستحب وقت میں مذاہب ائمہ:

احناف کا موقف

شمس الائمہ سرخسی فرماتے ہیں: سردی ہو یا گرمی ہر حال میں احناف کے نزدیک عصر کی نماز تاخیر سے ادا کرنا مستحب ہے

دلیل: حضرت ابن مسعود نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت عصر کی نماز ادا فرماتے جب سورج سفید اور صاف ہوتا،

① کہا گیا ہے کہ عصر کو عصر کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اسے تاخیر سے ادا کیا جاتا ہے العصر دن کے آخری حصہ سے لیکر سورج کے سرخ ہونے تک کا وقت ہے،

② مزید ایک دلیل یہ ہے کہ اس نماز کو تاخیر سے ادا کرنا نوافل کی کثرت کا ذریعہ ہے کیونکہ بعد نماز عصر نفل پڑھنا مکروہ ہے

③ تاخیر کی ایک دلیل یہ ہے کہ عصر کے بعد غروب آفتاب تک نماز کی جگہ ہی ٹھہرنا مستحب ہے،

← عصر کا اول وقت امام اعظم کے نزدیک سایہ اصلی کے علاوہ دو مثل سایہ ہوجانے سے شروع ہوتا ہے

classmate

Date ______
Page ______

باب ماجاء فی وقت المغرب
(مغرب کی نماز کا وقت)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:۔
(جب سورج غروب ہو جاتا اور پردے کے پیچھے چھپ جاتا)
دونوں لفظوں کا معنیٰ و مفہوم ایک ہی ہے اور ایک
لفظ دوسرے لفظ کی تفسیر ہے۔

حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ محض سورج کی ٹکیہ کے غائب
ہونے سے نماز مغرب کا وقت شروع ہو جاتا ہے،
جس طرح کے روزہ دار اس وقت افطار کرتا ہے، اس مسئلے پر علماء کا اجماع ہے

مغرب کے مستحب وقت میں مذاہب ائمہ:

احناف کا موقف

علامہ ابو بکر بن مسعود کاسانی فرماتے ہیں:
سردی ہو یا گرمی، ہر صورت مغرب کی نماز جلدی ادا کرنا مستحب ہے،
اور ستاروں کے گتھ جانے تک اس کی تاخیر مکروہ ہے
(مکروہ تحریمی) درمختار

دلیل: سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری امت ہمیشہ خیر سے
رہے گی جب تک مغرب میں جلدی اور عشا میں تاخیر کرے،

تعجیل کثرت جماعت کا ذریعہ ہے اور تاخیر سے ادا کرنا لوگوں کی
قلت کا سبب ہے،
مزید یہ کے جلدی کرنا خیر کی طرف سبقت کرنے کی قبیل سے ہے،

باب ما جاء فی وقت صلاۃ العشاء الآخرۃ
(عشا کی نماز کا وقت)

باب ما جاء فی تاخیر العشاء الآخرۃ
(عشا کی نماز تاخیر سے ادا کرنا)

علامہ بدر الدین عینی فرماتے ہیں:
(عشا کی نماز موخر کرنے کا حکم دینا) اس سے مراد آخری عشا ہے،
کیونکہ مغرب پر بھی عشا کا اطلاق کیا جاتا ہے،
یہ لفظ عشوۃ اللیل سے ماخوذ ہے، جس کا معنی ہے رات کی تاریکی'

علامہ خطابی وغیرہ نے فرمایا:
عشا کی تاخیر اس لئے مستحب ہے تاکہ نماز کے انتظار کی مدت
لمبی ہو، کیونکہ نماز کا انتظار کرنے والا بھی نماز میں ہے۔

عشا کے مستحب وقت میں مذاہب ائمہ

احناف کا موقف:
علامہ ابو بکر بن مسعود کاسانی فرماتے ہیں:-
سردیوں میں عشا کی نماز تہائی رات تک موخر کرنا مستحب ہے
اور نصف رات تک تاخیر جائز ہے، اور اس سے زیادہ مکروہ ہے،
اور گرمیوں میں عشا کی تعجیل افضل ہے،

شوافع: غروب شفق ہوتے ہی پڑھ لینا مستحب ہے

ہماری دلیل: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: اگر یہ خیال نہ
ہوتا کہ میں اپنی امت کو مشقت میں ڈال دوں گا تو میں عشا
کی نماز کو تہائی رات تک موخر کر دیتا

باب ما جاء فی کراھیۃ النوم قبل العشاء والسمر بعدھا
(عشا کی نماز سے پہلے سونے اور اس کے بعد گفتگو کی ممانعت)

باب ما جاء من الرخصۃ فی السمر بعد العشاء
(عشا کی نماز کے بعد گفتگو کی اجازت)

علامہ بدرالدین عینی فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عشا کے بعد گفتگو کو ناپسند فرماتے،
اس سے مراد وہ گفتگو ہے جس میں کوئی مصلحت نہ ہو، البتہ جس گفتگو میں کوئی دینی اور دنیاوی مصلحت ہو وہ مکروہ نہیں،

عشا سے پہلے سونا اس لئے مکروہ ہے،
کہ نیند گہری ہونے کی وجہ سے یہ نماز عشا کو فوت ہو جانے پر پیش کر دیتا ہے،
اور ایک سبب یہ ہے کہ تاکہ لوگ اس میں سست ہو کر عشا کی نماز سے غافل نہ ہو جائیں۔

نماز عشا کے بعد گفتگو کے مکروہ ہونے کی وجہ
یہ ہے کہ گفتگو رات دیر تک بیداری کی طرف لے جانے والی ہے، جس میں نیند کے غلبہ کے سبب قیام اللیل، رات کے اذکار اور فجر کی نماز چھوٹنے کے اندیشہ ہے۔
نیز رات دیر تک جاگنا دن کے وقت متوقع ہونے والے امور یعنی دینی حقوق اور دنیاوی مصلحتوں میں سستی کا سبب ہے،

امام ترمذی فرماتے ہیں کہ اکثر علماء نے نماز عشاء سے پہلے سونے کو مکروہ کہا ہے، اور بعض نے خاص رمضان میں اسکی رخصت دی ہے،

جبکہ امام طحاوی نے رخصت کو وقت عشا شروع ہونے سے پہلے سونے پر محمول کیا اور کراہت کو وقت شروع ہونے کے بعد پر۔

عشا سے پہلے سونے اور عشا کے بعد گفتگو کرنے کے بارے میں مذاہب ائمہ

احناف کا موقف،

(سرکار صلی اللہ علیہ وسلم عشا سے پہلے سونے اور اسکے بعد بات چیت کرنے کو ناپسند فرمائے)،
یہ حکم کراہت تب ہے کہ جب بغیر حاجت کے گفتگو ہو، البتہ اگر کوئی اہم حاجت ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں،

امام طحاوی نے فرمایا: عشاء سے قبل سونا اسکے لئے مکروہ ہے جسے نماز کے قضا ہونے اور جماعت کے فوت ہوجانے کا اندیشہ ہو، البتہ اگر سونے والا کسی کو نماز یا جماعت کے وقت میں جگانے کے لئے مقرر کردے تو سونا بلا کراہت جائز ہے

باب ماجاء ان الماء لا ينجسه شئ

پانی کے ناپاک ہونے یا نہ ہونے میں مذاہب

اصحاب ظواہر ← پانی میں نجاست گرنے سے پانی ناپاک نہیں ہوتا، چاہے پانی جاری ہو یا کھڑا ہو قلیل ہو یا کثیر ہو،

جمہور فقہاء ← پانی میں نجاست پڑنے سے اگر پانی کے اوصاف (رنگ، بو، ذائقہ) میں سے کوئی وصف تبدیل ہو جائے تو پانی ناپاک ہو جائے گا،
اور اگر کوئی وصف تبدیل نہ ہو تو اگر ماءِ کثیر ہے تو ناپاک نہیں ہوگا
اگر ماءِ قلیل ہے تو ناپاک ہو جائے گا

محض پانی میں بدبو آنے کی وجہ سے پانی کو ناپاک نہیں کہہ سکتے جب تک پانی میں نجاست ملنے کا یقین نہ ہو جائے،
اگر دوسرا پانی موجود ہے تو اس پاک بدبودار پانی سے وضو و غسل کرنا مکروہ ہے،

اعلی حضرت ← اگر بوجہ خبث رائحہ مکروہ ہونا چاہئے، خصوصاً اگر اس کی بدبو نماز میں باقی رہے کر باعث کراہت تحریمی ہے

ماء کثیر کے بارے میں مذاہب اربعہ:

جمہور علما ← اگر پانی قلیل ہے تو نجاست پڑنے سے نجس ہو جائے گا اور اگر کثیر ہے تو نجس نہیں ہوگا (بشرطیکہ اوصاف تبدیل نہ ہوں)

ماء کثیر کی مقدار میں اختلاف:

احناف ← 10x10 یا اس سے زیادہ کثیر ہے اور اس سے کم قلیل ہے
مالکیہ ← پانی کی وہ مقدار جس میں نجاست ملنے سے اس کے اوصاف تبدیل نہ ہوں تو وہ کثیر ہے
اور اگر اوصاف میں سے کوئی وصف تبدیل ہو جائے تو قلیل ہے

شوافع و حنابلہ ← دو مٹکوں کی مقدار یا اس سے زیادہ ہو تو کثیر ہے اور کم ہو تو قلیل ہے

احناف کا موقف:

جمہور علماء فرماتے ہیں: اگر قلیل پانی ہو تو نجاست پڑنے سے نجس ہو جائے گا اور اگر کثیر ہو تو نہیں ہوگا۔
لیکن ان دونوں قلیل اور کثیر کے درمیان حد فاصل خلوص ہے

اگر پانی کے ایک حصہ کو حرکت دی جائے تو دوسری طرف بھی حرکت ہو تو وہ قلیل ہے ورنہ کثیر ہے،

فقہائے حنفیہ کا خلوص کی تفسیر میں اختلاف:

• خلوص کو تحریک سے تعبیر کرتے ہیں

حرکت کی جہت میں فقہاء کا اختلاف:

امام ابو یوسف سے حرکت کا اعتبار بغیر تحریک کے نہانے سے ہے،
امام محمد سے وضو کے ذریعے سے اعتبار کیا جائے گا،
• ایک روایت میں ہے کہ اعتبار ہاتھ کی حرکت کا ہے نہ کہ غسل و وضو کا
ابو حفص کبیر بخاری سے اعتبار انگلی کی حرکت کا ہے،

ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب کرنے کی کراہیت:

① اس حدیث سے ہمارے اصحاب نے استدلال کیا ہے کہ وہ ٹھہرا ہوا
پانی جو بڑے حوض کی مقدار کو نہ پہنچتا ہو جب اس میں
نجاست گر جائے تو اس سے وضو کرنا جائز نہیں ہے
(چاہے وہ نجاست کم ہو یا زیادہ)

② قلتین کا پانی بھی نجس ہو جائے گا کیونکہ حدیث مطلق ہے،
تو یہ اپنے اطلاق کی وجہ سے قلیل، کثیر، قلتین اور قلتین
سے زیادہ سب کو شامل ہے،

سمندر کا پانی پاک کرنے والا ہے:

احناف، شوافع، مالکیہ، حنابلہ کے نزدیک احداث اور انجاس کی
طہارت کے لئے سمندر کا پانی استعمال کرنا بلا کراہت جائز ہے،
(یہی جمہور اور تابعین کا مذہب ہے)

سمندری جانوروں کے بارے میں مذاہب ائمہ:

احناف کا موقف: تمام سمندری جانور حرام ہیں سوائے مچھلی کے،
اس کا کھانا حلال ہے، مگر وہ مچھلی جو مر کر الٹی ہو جائے
حرام ہے (یہ ہمارے اصحاب کا قول ہے)

مالکیہ — سمندر کے شکار کو بغیر ذبح کے کھایا جائے گا اور اس میں
بسم اللہ پڑھنے کی حاجت نہیں ہے کہ یہ ذبیحہ نہیں ہے،
اور جو مچھلی مر کر اوپر تیر پڑے وہ اور تمام سمندر کے
جانور کھائے جائیں گے،

شوافع — سمندر کے جانوروں میں سے مچھلی حلال ہے چاہے جیسے بھی
مرے، اور اس مچھلی کے علاوہ میں 3 اقوال ہیں:

1. اصح قول پر وہ بھی حلال ہے
2. حلال نہیں ہے۔
3. اگر ان کی مثل خشکی پر کھایا جاتا ہے تو حلال ہیں
ورنہ حلال نہیں،

- اور جو خشکی اور سمندر دونوں میں زندہ رہ سکتے ہیں
وہ حرام ہیں جیسے مینڈک، کیکڑا اور سانپ،

حنابلہ — تمام سمندر کے جانور مباح ہیں،
سوائے مینڈک، سانپ اور مگرمچھ کے کہ یہ حرام ہیں،

سب سے افضل پانی:

سب پانیوں سے افضل وہ پانی ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم
کی مبارک انگلیوں سے نکلا،
پھر زمزم کا پانی، پھر آب کوثر، پھر مصر کے دریائے نیل کا پانی
پھر باقی نہروں کا پانی افضل ہے

پیشاب سے نہ بچنے کے بارے میں وعید ؛

• علامہ بدرالدین عینی فرماتے ہیں ؛ انکو جس بات کی وجہ سے عذاب ہو رہا ہے وہ کوئی بڑی بات نہیں ہے، حالانکہ اللہ کے نزدیک بڑی ہے
(تمہارے نزدیک)

• اس حدیث کی وجہ سے علماء نے قبر کے پاس قرآن پڑھنے کو مستحب قرار دیا، کیونکہ جب سبز ٹہنی کی تسبیح سے تخفیف عذاب کی امید کی جاسکتی ہے — تو قرآن کی تلاوت سے بدرجۂ اولی تخفیف ہوگی ۔

• اس حدیث سے عذاب قبر کے حق ہونے کا ثبوت ہے اسے تسلیم کرنا اور اس پر ایمان لانا واجب ہے

• علماء نے فرمایا ؛ سبز گھاس کو بغیر حاجت کے کاٹنا مطلقاً اچھا نہیں، اگرچہ قبرستان کے علاوہ کسی جگہ پر ہو۔

بچے کا پیشاب بالاجماع ناپاک ہے ؛

• علامہ نووی فرماتے ہیں ؛ جس چیز پر بچے نے پیشاب کیا ہو اسکے پاک کرنے کی کیفیت میں اختلاف ہے۔
اسکے ناپاک ہونے میں کوئی اختلاف نہیں، اور ہمارے اصحاب میں سے بعض نے بچے کے پیشاب کے ناپاک ہونے پر علماء کا اجماع نقل کیا ہے ۔

حلال جانوروں کے پیشاب کا حکم :

حلال جانوروں کے پیشاب میں اختلاف ہے ،

امام اعظم و امام ابو یوسف سے ناپاک ہے
امام محمد سے پاک ہے

علاج کے لئے پیشاب پینے کا حکم :

امام اعظم سے کے قول کے مطابق بطور دوا یا اسکے علاوہ کسی طرح پیشاب کو پینا جائز نہیں ہے ،

سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان : بیشک اللہ نے تمہارا شفا اس چیز میں نہیں رکھی جو اسنے تم پر حرام کی ہے ،

امام محمد سے پیشاب کو بطور دوا اور اسکے علاوہ بھی پینا جائز ہے

امام ابو یوسف سے عرینہ والوں کی حدیث کی بنا پر بطور دوا پینا جائز ہے اسکے علاوہ پینا جائز نہیں ،

ریح سے وضو کے بارے میں :

ایک اسلامی اصول

• علامہ عینی فرماتے ہیں اس باب میں مذکور حدیث ایک اسلامی اصول اور فقہی قاعدہ کی حیثیت رکھتی ہے (اور وہ قاعدہ یہ ہے)

کہ چیزوں کو انکی اصل پر باقی رکھنے کا حکم ہے جب تک خلاف اصل کا یقین نہ ہو جائے ، اس اصل پر شک کا طاری ہونا نقصان دہ نہیں -

• اس قاعدہ پر علماء کا اتفاق ہے لیکن اسکے استعمال کے طریقہ میں اختلاف ہے

• جیسے کہ جس شخص کو طہارت کا یقین ہو اور حدث میں شک میں ہو تو اسکو حکم یہ ہوگا کہ وہ اپنی طہارت پر باقی ہے،

طہارت اور حدث میں شک - مذاہب ائمہ

احناف ← جس کو وضو ٹوٹنے کے متعلق شک ہو تو وہ باوضو ہے
اگر بے وضو تھا اور وضو کرنے کے بارے میں شک ہے تو وہ بے وضو ہی ہے
(کیونکہ یقین کے معاملے میں شک نہیں آسکتا)
(اور جس چیز کے بارے میں یقین ہو جائے وہ شک سے ختم نہیں ہوگا)

شوافع ← اگر وضو کا یقین ہے اور ٹوٹنے میں شبہ ہے تو یقینی چیز یعنی وضو پر بنا ہوگی،
اگر وضو ٹوٹنے کا یقین ہے اور وضو کرنے کے بارے میں شک ہے تو حدث پر بنا ہوگی جو یقینی ہے

حنابلہ ← جسے وضو کا یقین ہے اور اس بارے میں شک ہے کہ وضو ٹوٹا یا نہیں تو وہ باوضو ہے

مالکیہ ← جسے طہارت کا یقین ہو پھر حدث میں شک ہو تو اس پر وضو کرنا لازم ہے۔
اور اگر حدث کا یقین ہو اور طہارت میں شک ہو تو اس صورت میں بھی اس پر وضو لازم ہے

• اس بات پر اجماع ہے کہ دبر سے ریح خارج ہونے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے

نیند سے وضو :

جمہور فقہاء و ائمہ اربعہ ← نیند ناقضِ وضو ہے۔

• سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان : سرین کا بندھن آنکھیں ہیں تو جو سویا وہ وضو کرے ...

نیند 2 شرطوں سے ناقضِ وضو ہوتی ہے :

① دونوں سرین اس وقت خوب جمے نہ ہوں
② ایسی ہیئت پر سویا ہو جو غافل ہو کر نیند آنے کے مانع نہ ہو،
(دونوں شرطیں جمع ہوں گی تو وضو ٹوٹے گا)

آگ سے پکی ہوئی چیز سے وضو :

ائمہ اربعہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ آگ سے پکی ہوئی چیز کھانے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔
(سوائے اونٹ کے گوشت کے) اس میں امام احمد بن حنبل کا اختلاف ہے۔

احناف ← کوئی چیز کھانے کے بعد وضو کرنا واجب نہیں ہے چاہے وہ آگ پر پکائی گئی ہو یا نہیں۔

اونٹ کے گوشت سے وضو :

احناف، مالکیہ اور شوافع کے راجح قول کے مطابق ← اونٹ کا گوشت کھانے سے وضو نہیں ٹوٹتا

امام احمد بن حنبل ← ٹوٹ جاتا ہے۔

احناف ← اونٹ کا گوشت کھانے کے بعد وضو واجب نہیں،

اکثر علما کا یہی مذہب ہے، علماء نے اسکے کھانے کے بعد وضو
کے حکم کو ہاتھ دھونے پر محمول فرمایا کیونکہ اسے بھی وضو کہا جاتا ہے،
جیسا کے سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:
کھانے سے پہلے کا وضو محتاجی دور کرتا ہے اور بعد کا وضو گناہ
صغیرہ مٹاتا ہے۔

قے اور نکسیر سے وضو:

مذہب احناف:

اگر کڑوے پانی کی یا کھانے کی یا پانی کی منہ بھر قے آئی تو اس پر
وضو کرنا ضروری ہے

شوافع:

سبیلین کے علاوہ کسی اور مقام سے کوئی چیز مثلاً رگ اور پچھنے کے
خون کے نکلنے سے، قے، اور نکسیر کے آنے سے وضو نہیں ٹوٹے گا

امام اعظم ← جس کی ناک سے نکسیر کا خون بہہ پڑے اس پر وضو لازم ہے

مالکیہ ← نکسیر وضو ٹوٹنے کا سبب نہیں ہے

حنابلہ ← اگر وہ زیادہ ہے تو اسکی وجہ سے وضو دوبارہ کیا جائے گا،

نیند سے وضو:

← نیند کے بارے میں امام اعظم سے 3 روایات منقول ہیں:

① اس سے وضو کرے گا اور اسکے ساتھ تیمم بھی کرے گا، یہ مستحب ہے

(2) وضو اور تیمم دونوں کرے گا،
جیسے گدھے کے جھوٹے کا حکم ہے (امام محمد کا یہی قول ہے)

(3) صرف تیمم کرے گا،
اسی قول کی طرف آپ نے رجوع فرمایا اور یہی قول امام ابو یوسف
اور ائمہ ثلاثہ کا ہے،
امام طحاوی نے بھی اسی کو اختیار فرمایا اور یہی ہمارے نزدیک
صحیح، مختار اور معتمد ہے،

مالکیہ ← نبیذ سے کسی صورت میں وضو جائز نہیں، اگر ایک سادہ پانی
نہ ہو تو تیمم کیا جائے،
(غسل جنابت یا وضو کے لئے نبیذ کافی نہیں)

شوافع ← اس سے طہارت حاصل کرنا جائز نہیں

دودھ پینے کے بعد کلی کرنا:

حنفیہ، مالکیہ اور شوافع ← دودھ پینے کے بعد کلی کرنا مستحب ہے
حنابلہ ← اونٹ کا دودھ پینا ناقض وضو ہے
(ایک روایت کے مطابق، ہر قسم کا دودھ پینے کے بعد کلی کرنے کا حکم ہے)

بوقت پیشاب سلام و جواب کی ممانعت:

عند الاحناف ← (فتاوی ہندیہ)
جو گانا گا رہا ہے یا پیشاب کر رہا ہے یا کبوتر اڑا رہا ہے
یا غسل خانہ میں ہو یا برہنہ ہو اسکو سلام نہ کیا جائے،
ان سب کو کسی نے سلام کیا تو اس پر جواب دینا واجب نہیں،

کتے کے جوٹھے کے بارے میں :

عندالاحناف ـــــ کتے کا جوٹھا ناپاک ہے، اگر وہ برتن میں منہ ڈال دے تو اسے 3 بار دھویا جائے گا،

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے، کتا برتن میں منہ ڈال دے تو اسے 3 بار دھویا جائے گا،

- 7 بار دھونے کی شرط میں پرحدیث امام شافعی کے خلاف حجت ہے
- نیز جس چیز پر کتا کا پیشاب لگ جائے وہ 3 بار دھونے سے پاک ہوجاتی ہے اور اس کا جھوٹا تو پیشاب سے کم تر ہے تو وہ بدرجہ اولیٰ 3 بار دھونے سے پاک ہو جائے گا
- اور جس حدیث میں 7 بار دھونے کا حکم ہے وہ ابتدائے اسلام پر محمول ہے،

- علامہ طحطاوی حنفی ــــ ہمارے نزدیک 7 بار دھونا مستحب ہے اور یہ بھی مستحب ہے کہ ان میں سے ایک بار مٹی سے ہو،

بلی کے جوٹھے کے بارے میں :

ائمہ اربعہ ـــــ بلی کا جوٹھا پاک ہے،

احناف کے نزدیک پاک تو ہے مگر مکروہ تنزیہی ہے، یعنی علیحدہ مکروہ کے ہوتے ہوئے اس کا استعمال مکروہ ہے

موزوں پر مسح کرنا :

سے بالاجماع سفر و حضر میں موزوں پر مسح کرنا جائز ہے

عندالاحناف

عام فقہا اور عام صحابہ کے نزدیک موزوں پر مسح کرنا جائز ہے
(اور مسح جائز نہ ہونے کا قول روافضیوں کا ہے)

- علامہ کرخی نے فرمایا: موزوں پر مسح کے جواز کے منکر پر مجھے کفر کا اندیشہ ہے
- امام اعظم سے منقول ہے کہ سے میں مسح کا اس وقت تک قائل نہ ہوا جب تک دن کی روشنی کی طرح واضح احادیث مجھ تک نہ پہنچیں،
- حضرت حسن بصری کا قول ہے: مجھے 70 صحابہ نے بتایا کہ ہم موزوں پر مسح کا اعتقاد رکھتے ہیں۔

عندالاحناف سے موزوں پر مسح کرنا رخصت ہے، اگر مسح جائز سمجھتے ہوئے عزیمت پر عمل کرے (یعنی پاؤں دھوئے) تو یہ زیادہ بہتر ہے کیونکہ اس میں مشقت زیادہ ہے۔

مسح کے فرائض :

موزوں پر مسح میں 2 فرض ہیں :

① ہر موزہ کا مسح ہاتھ کی چھوٹی 3 انگلیوں کے برابر ہونا
② مسح کا موزے کی پیٹھ پر ہونا،

موزوں پر مسح کی مدت :

موزوں پر مسح کرنے کی مدت مقرر ہے، مقیم کے حق میں ایک دن اور رات اور مسافر کے حق میں 3 دن اور 3 راتیں

- ائمہ ار بعہ کے نزدیک غسل میں موزوں پر مسح پاؤں دھونے کا قائم مقام نہیں، موزے اتار کر پاؤں دھونے پڑیں گے،

- ہر وہ حدث جو وضو کو واجب کرتا ہے اس میں مسح جائز ہے اگر غسل کو واجب کرے تو جائز نہیں

- اگر غسل سے پہلے وضو کر لیا تو غسل کے بعد دوبارہ وضو نہ کرے کیونکہ 2 بار وضو بالاتفاق مستحب نہیں .

مذہب الاحناف ← امام کرخی اپنی کتاب میں فرماتے ہیں، سبیلین میں سے کسی میں اگر حشفہ چھپ جائے تو فاعل اور مفعول دونوں پر غسل فرض ہو جائے گا خواہ انزال ہو یا نہ ہو،
ہمارے علماء کے نزدیک غسل کا وجوب ختنوں کی جگہ کے ملنے پر محصور نہیں، کیونکہ پیچھے کے مقام وطی کرنے سے بھی بالاجماع دونوں پر غسل فرض ہو جاتا ہے

سنت سے سنت کا نسخ :

علامہ یحییٰ بن شرف نووی فرماتے ہیں :
حدیث سے حدیث کے منسوخ ہونے کی 4 صورتیں ہیں :

1. حدیث متواتر کا حدیث متواتر سے منسوخ ہونا
2. خبر واحد کا خبر واحد سے منسوخ ہونا
3. خبر واحد کا حدیث متواتر سے منسوخ ہونا
4. حدیث متواتر کا خبر واحد سے منسوخ ہونا،

چوتھی صورت جمہور کے نزدیک جائز نہیں ہے،
پہلی 3 صورتیں بالاتفاق جائز ہیں

منی اور ودی کا حکم اور انکی پہچان :

مذی اور ودی کی وجہ سے غسل فرض نہیں ہوتا، ان دونوں کی
وجہ سے وضو لازم ہوتا ہے،
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان : کل فحل یمذی و فیہ الوضو
ہر نوجوان کی مذی نکلتی ہے اور اس میں وضو ہے،

منی ← وہ گاڑھا سفید پانی ہے جس کے نکلنے کی وجہ سے ذکر کی تیزی ختم ہوجاتی ہے
مذی ← وہ پتلا سفیدی مائل پانی جو بیوی سے ملاعبت کے وقت نکلتا ہے،
ودی ← وہ سفید پتلا پانی جو پیشاب کے بعد نکلتا ہے،
(مذی اور ودی سے غسل لازم نہیں ہوتا)

مذی کی ناپاکی اور اسکو دھونے کے بارے میں مذاہب :

① مذی ائمہ اربعہ کے نزدیک ناپاک ہے،
امام احمد سے ایک روایت اسکے پاک ہونے کی بھی ہے،

② مذی عضو تناسل پر لگ جائے تو احناف و شوافع کے نزدیک
جتنے حصہ پر نجاست لگی اتنا ہی دھونا ضروری ہے،
مالکیہ ← پورے عضو تناسل کو دھونا ضروری ہے
حنابلہ ← عضو تناسل اور خصیتین دھوئے ہیں

③ مذی اگر کپڑے پر لگ جائے تو احناف، شوافع اور مالکیہ
کے نزدیک دھونا ضروری ہے،
حنابلہ ← دو روایتیں ہیں
- دھونا ضروری ہے
- صرف چھڑکنا کافی ہے

احناف و مالکیہ ← منی ناپاک ہے
شوافع و حنابلہ ← منی پاک ہے

احناف کے نزدیک ◦ منی خشک ہو جائے تو کھرچنے سے پاک ہو جاتی ہے اور تر ہو تو دھونا ضروری ہے۔

جنبی کا سونے سے پہلے وضو کرنا ◦

احناف، شوافع و حنابلہ ← جنبی کا سونے سے پہلے وضو کرنا مستحب ہے
مالکیہ ← ◦ سنت مشہورہ ہے
◦ ایک قول وجوب کا ہے

جنبی یا حیض والی عورت کو اگر کسی کپڑے میں پسینہ آجائے تو کپڑے پر کچھ فرق نہیں پڑے گا۔

حالت جنابت میں تیمم

← ائمہ اربعہ کے نزدیک حالت عذر میں تیمم وضو کے ساتھ غسل کا بھی بدل ہے

مسئلہ: اگر مسافر پر غسل فرض ہوا اور اسکے پاس اتنا پانی ہے جس سے وضو کر سکتا ہے تو ہمارے نزدیک وہ تیمم کرے اور پانی کو استعمال میں نہ لائے۔

مسئلہ: اگر بے وضو کے پاس اتنا پانی موجود ہے جس سے بعض اعضا دھو سکتا ہے تو ہمارے نزدیک تیمم کرے

• استحاضہ کا خون دائمی نکسیر کی طرح ہے نماز، روزہ اور جماع کے لئے رکاوٹ نہیں۔

- پاخانہ، پیشاب یا ریح کی شدت کے وقت نماز پڑھنا مکروہ ہے
(احادیث میں اسکی ممانعت آئی ہے)
اگر نماز میں دھیان بٹے کو نماز توڑ دے بشرطیکہ وقت نکلنے کا اندیشہ نہ ہو
اور اس حالت میں نماز مکمل کرلی تو گناہگار ہوگا،
اور پھر کراہت تحریمی کے ساتھ نماز ادا کرنا ہے

- جماعت کی سنت کو ترک کرنا کراہت کے ساتھ نماز ادا کرنے سے بہتر ہے

- نماز کے مکروہات میں سے ہے کسی شخص کا اس حالت میں نماز پڑھنا کہ وہ پیشاب، پاخانہ یا روکے ہوئے ہو۔

باب ما جاء فی التیمم ۃ

- ہمارے علماء فرماتے ہیں کہ تیمم میں 2 ضربیں ہیں (2 بار مٹی پر ہاتھ مارنا)
① ایک ضرب سے چہرے پر مسح کیا جائے،
② ایک ضرب سے کہنیوں سمیت ہاتھوں کا مسح کیا جائے

بے وضو کے قرآن چھونے اور پڑھنے میں مذہب ۃ

← ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے کہ بے وضو شخص قرآن کی تلاوت کر سکتا ہے
مگر چھو نہیں سکتا۔

عند الاحناف ← بے وضو اور جنبی کے لئے غیر متصل غلاف کے بغیر
قرآن کو ہاتھ لگانا ناجائز ہے،

- با وضو شخص اگر قرآن کی دیکھ کر تلاوت کرتا ہے تو قلم یا چھری سے
اوراق کو پلٹنا جائز ہے

بے وضو شخص پر 3 چیزیں حرام ہیں :

① نماز پڑھنا
② طواف کرنا
③ قرآن کو بغیر غلاف کے ہاتھ لگانا

زمین کے خشک ہو کر پاک ہونے کے بارے میں مذہب :

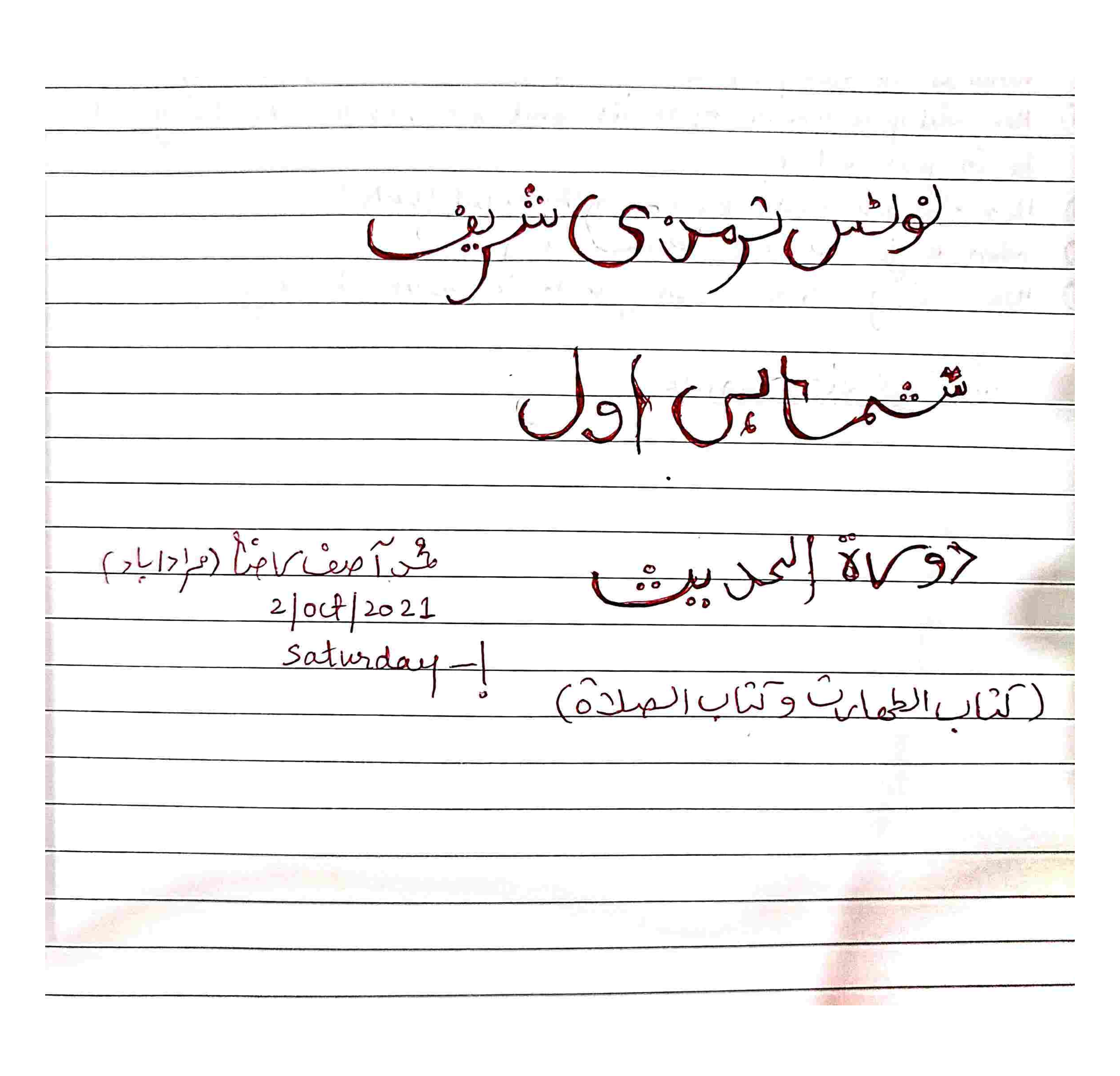
- سوائے امام زفر کے دیگر ائمہ احناف کا مذہب یہ ہے کہ :
اگر زمین نجس ہو جائے اور پھر دھوپ یا ہوا وغیرہ سے خشک ہو جائے اور نجاست کا اثر بھی چلا جائے تو وہ پاک ہو جائے گی، اور اس پر نماز پڑھنا جائز ہے

- زمین پر نجاست لگ گئی تو اگر زمین نرم ہو تو صرف پانی بہانے سے پاک ہو جائے گی۔
اور اگر زمین سخت ہو تو پہلے پانی بہایا جائے پھر زمین دھلنے کے بعد پانی جس گڑھے میں جمع ہو اس میں مٹی بھر دی جائے اس طرح زمین پاک ہو جائے گی

آصف رضا (مرادآبادی)

2/oct/2021 دوارۃ الحرمین

Saturday


نوٹس ترمذی شریف
ششماہی اول
دورۃ الحدیث
(کتاب الطہارۃ و کتاب الصلاۃ)
محمد آصف رضا (مرادآباد)
2/oct/2021
saturday —!